# ترقیم

فی

# قصۂ اصحاب الکہف والرقیم

مولفۂ

عالیجناب ڈاکٹر سر سید احمد خان مرحوم کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ایل ایل۔ ڈی

جس کو محمدن کالج بک ڈپو نے

بار دوم

مطبع ریاض ہند علی گڑھ میں طبع کرایا

سنہ ۱۹۱۰ء

مالک مطبع محمد عنایت خاں و پبلشر میر ولایت حسین صاحب سیکنڈ ماسٹر و آنریری مینیجر بک ڈپو مدرستہ العلوم علی گڑھ

# بک ڈپو مدرسۃ العلوم علیگڑھ

نپولین اعظم ۔ نپولین اعظم شہنشاہ فرانس کے نام نامی سے ساری دنیا واقف ہی ہمکو زیادہ معرفی کی ضرورت نہیں یہ وہ شہنشاہ ہی جس نے ایک بڑے حصہ یورپ کو اپنا تابع فرمان بنا لیا تھا اور یورپ کی بڑی بڑی طاقتوں کو ہلا دیا تھا ۔ اس شہنشاہ کے عموماً اوصاف مافوق العادت تھے ۔ ایسے متفرد انسان کے حالات زندگی کا مطالعہ علاوہ اُن بیش بہا تاریخی معلومات کے جو اواخر اٹھارویں صدی کے اور اوائل اُنیسویں صدی کے متعلق اس سے حاصل ہوتی ہیں بہت سے صفات انسانی کا عمدہ نمونہ پڑہنے والے کے سامنے پیش کرتا ہی اور اُس کو معلوم ہوتا ہی کہ انسان اپنی کوشش اور خداداد قابلیت سے کس درجہ کو پہنچ سکتا ہی اور کل من علیہا فان پر اس کا خاتمہ ہوتا ہی ۔ اس شہنشاہ اعظم کی سب سے بہتر سوانح عمری انگریزی زبان میں ایبٹ صاحب نے لکھی ہی جسکا ترجمہ مولوی سید معین الدین صاحب اسسٹنٹ ماسٹر ہائی اسکول بلی بھیت نے کیا ہی اور انجمن ترقی اُردو نے اس ترجمہ کو پسند کرکے کالج بک ڈپو کو بہ دلے حق ترجمہ اجازت دی ہی کہ اس کو چار جلدوں میں شایع کرے ۔ چنانچہ تین جلدیں ترجمہ مذکور کی نہایت خوشخط عمدہ ولایتی کاغذ پر مطبع ہو گئی ہیں ۔ اور نپولین اعظم کا فوٹو جلد اول کے شروع اور اس زمانہ کے یورپ کا نقشہ آخر میں اضافہ کیا گیا ہی ۔ قیمت جلد اول ........ عمر

ایضاً ″ دوم ........ عمر

″ ″ سوم ........ بیے

فرانسیسی معلمہ ۔ یعنی تربیت اولاد کا ایک دلچسپ قصہ قیمت ۸ر

پرشیا کا گلدان ۔ یعنی سچائی کی کامیابی کی ایک دلچسپ حکایت قیمت ۴ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی وافق کلامہ بصنعہ۔ وطابق صنعہ بکلامہ فکلامہ مظہر لجلالہ وصنایعہ مثبتۃ لکمالہ۔ لاتبدیل لکلمات اللہ کما لاتبدیل لصنایع اللہ۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد المصطفیٰ خاتم النبیین الذی قال کما یوحی الیہ انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الہ واحد وعلی اٰلہ الذین ھم ثقل من الثقلین کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی وعلی اصحابہ اجمعین

منجملہ اُن قصوں کے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہی ایک قصہ اصحاب الکہف و الرقیم کا ہی۔ یہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے قبل ایشیا اور روم کے عیسائیوں میں اور عرب جاہلیت میں مشہور تھا اور جیسا کہ اس قسم کے قصوں کا دستور ہی بہت سی بے اصل اور عجیب و غریب باتیں اُس میں شامل ہو گئی تھیں۔ خدا تعالے نے اُس قصہ کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا اور بتایا کہ اصلی اور صحیح قصہ کیا ہی مگر مفسرین اور مورخین نے بعوض اس کے کہ اُن بے اصل کہانیوں کو جو مشہور تھیں اُس قصہ سے علیحدہ کرتے قرآن مجید کی تفسیروں اور اُن تاریخوں میں جو زمانۂ اسلام میں لکھی گئیں اس طرح شامل کر دیا

کہ گویا وہ کہانیاں اسلام ہی کی ہیں حالانکہ اسلام اس قسم کی بیہودہ کہانیوں سے بری ہے۔

اس امر پر خیال کرکے میں نے چاہا کہ قصہ اصحاب الکہف والرقیم کو صاف طور پر جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے بیان کروں اور بے اصل کہانیاں جو اس میں شامل ہوگئی ہیں ان کو اصل قصہ سے علیحدہ کردوں۔ الحمد للہ کہ یہ کام پورا ہوا اور اس رسالہ کا نام **ترقیم فی قصۃ اصحاب الکہف و الرقیم** رکھا۔

میں نے اس قصہ کو اول صاف اور سیدھے طور پر بغیر تعرض آیات قرآن مجید کے بیان کیا ہے اور جن کتابوں سے اس کو اخذ کیا ہے بعینہ ان کی اصلی عبارت حاشیہ میں لکھدی ہے اس کے بعد قرآن مجید کی ان آیات کی تفسیر بیان کی ہے جو قصہ اصحاب کہف سے متعلق ہیں اور دکھایا ہے کہ بے اصل کہانیاں جو مشہور ہیں انھیں کی تردید قرآن مجید سے ہوتی ہے کہ جو مسلمانوں کو بہت کم معلوم ہے کہ عیسائی مورخ اس قصے کی نسبت کیا خیال کرتے ہیں اور کیا رائے رکھتے ہیں اس لیے اس کے اخیر میں ایک انگریزی کتاب سے اس قصہ کا ترجمہ اس کے مضامین سے بلا کسی قسم کے تعرض کے شامل کردیا ہے اس کے شامل کرنے سے صرف مقصد یہ ہے کہ عیسائی مورخوں کے خیالات جو اس قصہ کی نسبت ہیں معلوم ہوجاویں اور کھل جاوے کہ جو روائتیں ہمارے علماء نے اپنی کتابوں اور تفسیروں میں لکھی ہیں وہ سب عیسائیوں کی روایتیں ہیں نہ اسلام کی۔

اس رسالے کے لکھنے کے وقت مندرجہ ذیل کتابیں میرے مطالعے میں تھیں جنسے اس قصہ کو اخذ کیا ہے اور صحیح روایتوں کو غلط روایتوں سے تمیز کیا ہے۔

تفصیل کتب مذکورہ یہ ہے

تفسیر مدارک   تفسیر معالم التنزیل   تفسیر کبیر   تفسیر بیضاوی   تفسیر کشاف

صحیح بخاری تاریخ طبری کبیر مختصر الدول ابو الفرج مالطیھائی آثار الباقیہ عن قرون الخالیہ لابی ریحان بیرونی ترجمہ فارسی سیرت محمد بن اسحاق آثار البلاد و اخبار العباد لامام زکریا قزوینی تاریخ کامل لابن اثیر معجم البلدان یاقوت حموی تاریخ اسمعیل ابو الفدا مروج الذہب مسعودی عجائب المخلوقات عربی کیورس متھس آف دی میڈل ایجز مولفہ ایس بارنگ گولڈ زبان انگریزی

---

# اصحاب الکہف والرقیم

اصحاب کہف اور اصحاب رقیم ایک ہی گروہ کا لقب ہی۔ اصحاب کہف تو ان کو اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ایک ظالم بت پرست بادشاہ کے ظلم سے ایک پہاڑ کی کھوہ میں جا چھپے تھے۔ عربی زبان میں پہاڑ کی کھوہ کو کہف کہتے ہیں اس لیے انکا لقب اصحاب کہف ہوگیا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ [1] رقیم اُس شہر کا نام ہی جس میں اصحاب کہف رہتے تھے بعضوں کا قول ہی کہ [2] پہاڑ کی کھوہ کا نام ہی جس میں اصحاب کہف چھپے تھے بعضے کہتے ہیں کہ اُنکے کتے کا نام ہی جو اُن کے ساتھ تھا اس لیے اُن کو اصحاب الرقیم کہنے لگے۔ مگر ان میں سے کوئی بات اعتبار کے قابل نہیں ہی۔ عربی کتابوں میں ان کے کتے کا نام قطمیر لکھا ہی اور انگریزی کتابوں میں کرائیم یا کرائمر اور یہ نام ملتے جلتے ہیں۔ صرف ایک زبان سے

---

[1] وبقرب البلقاء من اطراف الشام موضع یقال له الرقیم یزعم بعضهم ان به اهل الکهف والصحیح انهم ببلاد الروم (معجم البلدان یاقوت حموی) قیل الرقیم اسم القریة التی کانوا فیها وقیل انه اسم الجبل الذی فیه الکهف (معجم البلدان یاقوت حموی) قال امیة بن الصلت ؎ ولیس بها الا الرقیم مجاورا ۔ وصید هم والقوم فی الکهف همد

دوسری زبان میں منتقل ہونے میں جو فرق لہجہ اور تلفظ میں ہوجاتا ہے وہی کرائیم اور قطمیر میں ہوگیا ہے۔

صحیح بات جیسے کہ محمد اسمٰعیل بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں ابن عباس کی روایت سے لکھی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اُنکا حال اور نام ایک زمانے میں جست کے پترے پر کندہ کیے گئے اور بعض روایتوں کے مطابق پتھروں پر کھود کر رکھا گیا تھا۔ رقیم کے معنی عربی زبان میں لکھے ہوئے کے ہیں اور اس سبب سے انھیں لوگوں کا لقب اصحاب الرقیم بھی ہوگیا ہے۔

اس بات میں نہایت اختلاف ہے اور آج تک تحقیق نہیں ہوا کہ یہ لوگ تعداد میں کتنے تھے۔ غالب رائے یہ ہے کہ وہ سات تھے اور آٹھواں اُنکا کتا تھا جو اُن کے ساتھ تھا۔

اُن کے ناموں میں بھی بہت اختلاف ہے مگر وہ اختلاف زیادہ تر ایک زبان سے

---

له الرقیم الکتاب مرقوم مکتوب من الرقم قال سعید عن ابن عباس الرقیم اللوح من الرصاص کتب عاملهم اسماءهم ای اسماء اصحاب الکهف ثم طرحه فی خزانته (بخاری) الرقیم هو لوح رصاص کتب فیه انسابهم واسماءهم ودینهم ومما هربوا (معجم البلدان یاقوت حموی) ثم ان رجلین مومنین فی بیت الملک دقیانوس یکتمان ایمانهما اسم احدهما بیدروس والآخر روماس ایتمران یکتبا شان الفتیة وانسابهم واسماءهم وخبرهم فی لوحین من رصاص یجعلاها فی تابوت من النحاس ویجعل التابوت فی البنیان وقالا لعل الله یظهر علی هؤلاء الفتیة قوما مؤمنین قبل یوم القیمة فیعلم من فتح عنهم حین یقرأ هذا الکتاب خبرهم ففعلا وبنیا علیه (تفسیر معالم التنزیل ۱۲

له الرقیم هو الکتاب الذی کان القوم الذین منهم کان الفتیة کتبوه فی لوح یذکر خبرهم وقصصهم ثم جعلوه علی باب الکهف الذی آووا الیه او نقروه فی الجبل الذی آووا الیه وکتبوه فی لوح وجعلوه فی صندوق خلفوه عندهم اذ اوی الفتیة الی الکهف (تاریخ طبری)

له وعن علی رضی الله عنه هم سبعة وثامنهم کلبهم (بیضاوی) وکان عدد الفتیة فیما ذکر عن ابن عباس سبعة وثامنهم کلبهم (تاریخ طبری)

دوسری زبان میں منتقل ہونے اور الفاظ کے تلفظ کے اختلاف سے علاقہ رکھتا ہی اور کاتبوں نے زیادہ تر تحریف کر دیا ہی۔ بہر حال ہم اس مقام پر اُن کے ناموں کو جس طرح کہ مختلف کتابوں میں لکھے ہیں لکھتے ہیں۔

## تفسیر معالم التنزیل اور اُس میں اُن کی تعداد نو لکھی ہے

مکسلمینا    مخشلمینا    یملیخا    مرطونس    کشطونس
دبرونس    بطیوس    دینوس    قالوس    کلبھم قطمیر

## تفسیر بیضاوی وکشاف و تفسیر کبیر و تفسیر مدارک

یملیخا    مکشلینیا    مشلینیا    مرنوش    دبرنوش
شاذنوش    والراعی    کلبھم قطمیر

## تاریخ کامل لابن اثیر

مکسلمینا    تمیلخا    مرطوس    نیرونس    کسطومس
دینموس    ریطوفس    قالوس    مخسلمینا    کلبھم قطمیر

## معجم البلدان یاقوت حموی

یملیخا    مکسملینا    مشلینیا    مرطونس    دبریوس
سراپیون    افستیطیوس    کلبھم قطمیر

## تاریخ طبری

مکسلمینا    محسملینا    یملیخ یا یملیخا    مرطوس    کسوطونس

بیرُوس وِسُموس بطوس قالُوس ٭

## تاریخ احمد بن ابی یعقوب المعروف بالیعقوبی

مکسلمینا مراطوس شاہ نونیوش بطرنوش ذولس
یوانس کنیفرطو بنوطو ملیخا الرای کلبھم قطمیر

## کیورس متہس مولفہ بارنگ گولڈ

مینکنی مین مالکس مارشین ڈائیونی سس جان سیراپین
کانسٹین ٹاین کلبھم کراٹیم یا کراٹیم

## شہر جس میں اصحاب کہف رہتے تھے

اکثر مورخین و مفسرین کا قول ہی جو ہر طرح پر صحیح معلوم ہوتا ہی کہ جس شہر میں اصحاب کہف رہتے تھے اُس کا نام اُفُوس تھا۔ یاقوت حموی نے اپنی کتاب معجم البلدان میں اُس کے اعراب کو بھی ضبط کیا ہی

مسٹر بارنگ گولڈ نے اپنی کتاب کیورس متہس میں اُس شہر کا نام افیسس لکھا ہی اور یقین ہوتا ہی کہ عربی تاریخوں میں یہی نام متغیر ہو کر افُوس ہو گیا ہی۔

لانگ مین گرین کمپنی نے ۱۸۸۶ء میں بمقام لندن قدیم رومیوں کے زمانہ کا

---

لہ افسوس بضم الهمزة وسكون الفاء والسينان مهملتان والراو ساكنة بلدة ثغور طرطوس يقال انه بلد اصحاب الكهف (معجم البلدان یاقوت حموی) افسوس مدينة مشهورة بارض الروم وهي مدينة دقيانوس الجبار هرب منه اصحاب الكهف وبين الكهف والمدينة مقدار فرسخين (آثار البلاد قزوینی وعجائب المخلوقات زکریا قزوینی)

نقشہ جغرافیہ چھاپا ہی جس میں شہروں کے وہی قدیم نام ہیں جو اُس زمانے میں تھے اُنمیں جو نقشہ ایشیامینر کا ہی اُس میں ایفی سس شہر کا نام ۳۷ درجہ ۵۰ دقیقہ عرض شمالی اور ۲۷ درجہ ۲۱ دقیقہ طول شرقی پر عین دریاے ایجئین کے کنارے پر ثبت ہی اُس کے قریب پہاڑ بھی واقع ہیں اور کچھ شبہہ نہیں ہوسکتا کہ اسی جگہ افی سس شہر تھا جسمیں اصحاب کہف رہتے تھے۔

بعضوں نے کہا ہی کہ اصحاب کہف کے شہر کا نام رقیم تھا اور بعضوں نے کہا کہ اُس پہاڑ کی کھوہ کا نام[ل] تھا جس میں اصحاب کہف جا کر رہے تھے مگر یہ صحیح نہیں۔ یاقوت حموی نے بھی لکھا ہی کہ صحیح یہی ہی کہ اہل روم کی سلطنت میں جو شہر افسوس[ل] تھا وہی شہر اصحاب کہف کا تھا۔ محمد بن محمود القزوینی نے اپنی کتاب آثار البلاد و اخبار العباد میں افسوس ہی کو اصحاب کہف کا شہر قرار دیا ہی۔ شاید لوگوں نے اس خیال سے کہ اصحاب کہف کے نام جست کی تختی پر کھود کر شہر میں رکھے گئے تھے اُس شہر کو۔ اور بعضوں نے اس خیال سے کہ اُس پہاڑ پر جس وہ کھوہ تھی اُن کے نام کندہ ہوئے تھے اُس پہاڑ کو یا اُس کھوہ کو رقیم کے نام سے موسوم کر دیا ہو۔

---

[۵۱] قیل الرقیم اسم القریۃ اللتی کانوا فیہا وقیل انہ اسم الجبل الذی فیہ الکہف (معجم البلدان یاقوت حموی)

[۵۲] وبقرب البلقاء من اطراف الشام موضع یقال لہ الرقیم یزعم بعضہم ان بہ اہل الکہف والصحیح انہم ببلاد الروم (معجم البلدان یاقوت حموی)

[۵۳] افسوس مدینۃ مشہورۃ بارض الروم وھی مدینۃ دقیانوس الجبار الذی ھرب منہ اصحاب الکہف وبین الکہف والمدینۃ مقدار فرسخین والکہف مستقبل بنات النعش لا تدخلہ الشمس (آثار البلاد قزوینی)

# اصحاب کہف کس زمانے اور کس بادشاہ کے عہد میں تھے

ابوالفرج ملطیانی[۱] عیسائی مورخ نے جس کی نسبت کہا جاتا ہی کہ آخر کو مسلمان ہوگیا تھا اپنی کتاب مختصر الدول میں لکھا ہی کہ اصحاب کہف ذوقیوس قیصر کے عہد میں تھے جو عیسائیوں کا نہایت دشمن تھا اور اُن کو قتل کرتا تھا۔ تاریخ طبری[۲] میں اُس بادشاہ کا نام دقینوس لکھا ہے۔

تاریخ کامل ابن اثیر[۳] میں اُس کا نام دقیوس لکھا ہی اور یہ بھی لکھا ہی کہ بعض آدمی اُس کا نام دقیانوس کہتے ہیں۔

ابوالفدا اسمٰعیل[۴] نے اپنی تاریخ میں بھی یہی نام بیان کیے ہیں اور لکھا ہی کہ وہ ۲۳۹ء اسکندری میں بادشاہ ہوا تھا اور ۲۴۰ء میں مرگیا۔ ابوریحان بیرونی[۵] نے اپنی کتاب

---

[۱] وفی زمان ذوقیوس کان الفتیة السبعة اصحاب الکہف الذین ہربوا منہ واختفوا فی مغارة فوق الکہف ورفع خبرہم الیہ فامران نبیہ باب المغارة علیہم فالقی اللہ علیہم سباتا الی یوم انبعاثہم من رقادہم مختصر الدول ابوالفرج "

[۲] وکان لہم فی تلک الزمان ملک یقال لہ دقینوس یعبد الاصنام (تاریخ طبری)

[۳] کان اصحٰب الکہف ایام ملک اسمہ دقیوس ویقال دقیانوس وکانوا بمدینة من الروم اسمہا افسوس وملکہم یعبد الاصنام (تاریخ کامل لابن اثیر "

[۴] دقیوس ویقال دقیانوس من کتاب بنی عیسی سنة واحدة وکان الملک الذی قبلہ یعنی فورذیانوس قد تنصر فخرج علیہ دقیوس وقتلہ واعاد عبادة الاصنام ودین الصابئین تتبع النصاری یقتلہم ومنہ ہرب الفتیة اصحٰب الکہف وکانوا سبعة وناموا واللہ اعلم بما لبثوا کما اخبر اللہ تعالی وکان ہلاک دقیوس فی منتصف سنة اربعین وخمسمائة (تاریخ ابوالفدا)

[۵] من ملوک الروم۔ دقیانوس صاحب اصحٰب الکہف (آثار الباقیہ ابوریحان بیرونی)

آثار الباقیہ عن قرون الخالیہ میں اُس بادشاہ کا نام داقیاوس لکھا ہی اور مسٹر بارنگ گولڈ نے اپنی کتاب کیورس متہس میں اُس بادشاہ کا نام دی سس لکھا ہی۔

اسی مصنف نے لکھا ہی کہ روم میں وکیٹورم کے عجائب خانے میں کچھ سے اصحاب کہف کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ اُن تصویروں سے بعضوں نے یہ نتیجہ نکالا ہی کہ وہ سنہ ۲۵۰ء میں دِی سس بادشاہ کے عہد میں مارے گئے تھے۔

عموماً مسلمان مورخ اور مفسرین اُس بادشاہ کا نام جس کے عہد میں اصحاب کہف تھے دقیانوس لکھتے ہیں اور ظاہرا معلوم ہوتا ہی کہ تمام اختلافات ایک زبان کے ناموں کو دوسری زبان میں تلفظ کرنے سے پیدا ہوئے ہیں اور سب کے ملانے سے یقین ہوتا ہی کہ وہ رومی بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا۔

جو زمانہ کہ اصحاب کہف کا ابو الفدا نے بیان کیا ہی وہ قریباً صحیح و درست معلوم ہوتا ہی۔ اسکندر تین سو چھتیس برس قبل حضرت مسیح کے تخت پر بیٹھا تھا اور اصحاب کہف پانسو چالیس سنہ سکندری میں تھے اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ وہ سنہ ۲۲۸ء میں تھے۔ مسٹر بارنگ گولڈ نے اُن کا تخمیناً اندازے سے سنہ ۲۵۰ء قرار دیا ہی۔ معہذا جو بادشاہ کہ زمانہ سکندر سے دقیوس تک گزرے اُن کے زمانہ سلطنت میں بھی کسی قدر اختلاف ہی اور یہ بھی ایک سبب ہی کہ اصحاب کہف کے زمانہ میں کسی قدر اختلاف پیدا ہوتا ہی مگر عام طور پر خیال کرنے سے جو زمانہ قرار دیا گیا ہی قریباً صحیح معلوم ہوتا ہی۔

بعض روایتوں میں بیان ہوا ہی کہ اصحاب کہف حضرت عیسیٰ کے زمانہ سے بہت

---

سلہ وکان بعضهم یزعم ان امرهم ومصیرهم الی الکهف کان قبل المسیح وان المسیح اخبر قومه خبرهم فان الله سبحانه انبعثهم من رقدتهم بعد ما رفع المسیح فی الفترة

پیشتر تھے اور حضرت عیسیٰ نے اُن کی خبر دی تھی اور بعد حضرت عیسیٰ کے زمانۂ فترت میں یعنی جبکہ کوئی پیغمبر نہ تھا وہ زندہ ہوئے تھے یا اپنی نیند سے جو لخ الموت تھی اُٹھے تھے۔ مگر اُس کی صحت کا انجیلوں یا حواریوں کے ناموں یا کسی معتبر یا مظنون طریقے سے کوئی ثبوت نہیں پایا جاتا۔

## اصحاب کہف کا مذہب

کچھ شبہ نہیں ہوسکتا کہ اصحاب کہف عیسائی اور حضرت عیسیٰ کی اُمت میں تھے تمام کتابوں؎ اور مختلف روایتوں سے یہی امر ثابت ہوتا ہی اور خود اُن کا واقعہ کہ ایک ظالم اور بت پرست بادشاہ کے خوف سے جو عیسائیوں کو قتل کرتا تھا جان اور ایمان بچا کر بھاگے تھے اُن کے عیسائی ہونے کا کافی ثبوت ہی۔

البتہ جیسا اُن کا تقدس اور خدا پرستی تاریخوں اور تفسیروں میں لکھی ہی اور جس کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹) بینہ وبین محمد صلی اللہ علیہ وسلم (طبری) فاما الذی علیہ علماء الاسلام فعلی ان امرھم کان بعد المسیح (تاریخ طبری) وزعم بعضھم انھم کانوا قبل المسیح وان المسیح اعلم قومہ بھم وان اللہ بعثھم من رقدتھم بعد رفع المسیح والاول اصح (تاریخ کامل ابن اثیر) حکی وھب ابن منبہ ان سلیمان ابن داؤد علیہم لما قبض ارتد ملک الروم الی عبادۃ الاصنام ودقیانوس احد قوادہ رجع ایضا معہ ومن خالفہ عذبہ بالقتل والحرق والصلب (اثار البلاد قزوینی)

؎ حدثنا ابن حمید قال ثنا سلمۃ عن ابن اسحق عن عبد اللہ ابن نجیح عن مجاھد قال لقد حدثت انہ کان علی بعضھم من حداثۃ اسنانھم وضح الورق وکانوا من قوم یعبدون الاوثان من الروم فھداھم اللہ للاسلام وکانت شریعتھم شریعۃ عیسیٰ فی قول جماعۃ من سلف علمائنا (طبری)

نسبت قرآن مجید سے بھی اشارہ پایا جاتا ہی اُس کی نسبت شبہہ ہوسکتا ہی کہ اگر وہ صلیب کو اور حضرت عیسیٰ کی تصویر کو پوجتے تھے اور کم سے کم یہ کہ تثلیث کے قائل تھے تو کیونکر اُن کو خداپرست اور موحد مسلمان یا مومن خیال کیا جاسکتا ہی۔ مگر ان میں سے کسی بات کا ثبوت نہیں ہی۔ اُس زمانے کے عیسائیوں میں عقائد مذہبی بہت کم قرار پائے تھے اور مجھ کو عیسائی مذہب کی "اکلزیاسٹیکل ہسٹری" پر غور کرنے سے نہایت شبہہ ہی کہ جو عقائد بعد عیسائی ہوجانے قسطنطین کے رومی اور یونانی چرچ میں قائم ہوگئے وہی عقائد عام طور پر اُس زمانے کے تمام عیسائیوں کے تھے۔

دقیوس ہی کے زمانہ کے قریب جس زمانے میں اصحاب کہف کا ہونا تسلیم کیا گیا ہی ایک فرقہ تھا جس کا ابوالفرج[1] عیسائی مالطیائی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہی کہ وہ اقانیم ثلاثہ باپ اور بیٹے اور روح القدس کو نہیں تسلیم کرتا تھا بلکہ وجود اور کلمہ اور حیات کو اقانیم ثلاثہ جانتا تھا اور کہتا تھا کہ ان اقانیم سے کوئی زیادتی ذات باری پر نہیں ہوتی بلکہ یہ صفات اعتباری ہیں، کوئی شے اُن کا مسمیٰ موجود فی الخارج نہیں ہی اور کہتا تھا کہ ذاتِ باری موجود ہی لا بوجود اور حکیم ہی لا بالحکمۃ اور حی ہی لا بہ حیات اور انبیذ وقلس کا بھی یہی مذہب تھا اس کے بعد مصنف مذکور لکھتا ہی کہ اسی مذہب کو ایک گروہ مسلمانوں نے جو صفات کے نفی کرنے والے ہیں (یعنی صفات باری سے کچھ زیادتی ذات باری پر نہیں سمجھتے)

---

[1] غالوس فی ھذا الزمان ظھر فی مدینۃ بورنطیا قسیس اسمہ سابلیوس وقال ان الاقانیم الثلاثۃ ھی الوجود والحکمۃ والحیوۃ لیست معان زائدۃ علی ذات اللہ تعالیٰ بل ھی صفات اعتباریۃ لا مسمی لشئی منھا فی الخارج اذ الباری تعالیٰ موجود لا بوجود وحکیم لا بحکمۃ وحی لا بحیوۃ اقول ھذا من ھب انبیذ قلیس بعینہ فی الصفات وقد انتحلہ فرقۃ من علماء الاسلامیۃ ایضا نفاۃ الصفات (مختصر الدول ابی الفرج)

اختیار کیا ہی۔

اسی[1] زمانہ کے قریب ایک فرقہ "فولی الشمیشاطی" کا پیرو تھا جو کہتا تھا کہ تمام معلولات باری تعالیٰ کے ارادے ہیں اور اُس کا کوئی معلول ذاتی نہیں ہی اور اسی لیے وہ لم یلد ولم یولد ہی اور اس لیے مسیح نہ کلمۃ اللہ ہی اور نہ جس طرح کہ ظاہر مذہب عیسائی میں ہی وہ کواری سے پیدا ہوا ہی۔

پس جبکہ اُس زمانے کے عقائد و مذہب کا یہ حال تھا تو ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ اصحاب کہف تثلیث کے قائل تھے بلکہ مسلمانوں کو جو قرآن مجید کو برحق سمجھتے ہیں اس بات کے یقین کرنے کے لیے کہ اصحاب کہف عیسائی اور موحد خدا کو واحد اور حضرت عیسیٰ کو پیغمبر برحق مانتے تھے ثبوت کافی ہی۔ فھم کانوا مومنین مسلین موحدین قائلین بان لا الٰہ الا اللہ عیسیٰ رسول اللہ۔

## اصحاب کہف کا قصہ یعنی وہ واقعات جو اُنپر گزرے

مذکورۂ بالا حالات سے ظاہر ہی کہ اصحاب کہف تاریخی اشخاص ہیں فرضی قرار دیئے ہوے نہیں ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جو سیدھے سادھے واقعی حالات اُنپر گزرے تھے اُن میں بہت لغو اور بیہودہ اور خلاف قیاس باتیں اور عجائبات شامل کر لیے گئے ہیں اور یہ ایک معمولی بات ہی کہ نیک اور بزرگ لوگوں پر جو ظلم اور سختی ظالموں کے ہاتھ سے

---

[1] غال الثانی فی ھذا الزمان ظھر من المبتدعۃ فولی الشمیشاطی وکان یقول ان جمیع معلولات اللہ تعالیٰ ارادیۃ ولیس لہ معلول ذاتیۃ ولذالک لم یلد ولم یولد ولھذا لم یکن المسیح کلمۃ اللہ ولا ایضا ولد من عذراء کما ورد فی ظاہر المذہب انما ظہر لہ الکمالات بالاجتہاد فکل من تعاطی ریاضۃ نال درجۃ (مختصر الدول ابی الفرج)

گزر جاتی ہے بعد کو اُن کی نسبت بہت سی زائد اور عجیب باتیں بڑہا دیجاتی ہیں اسی طرح اصحاب کہف پر جو حالات اور واقعات گزرے اُنکو بطور تعجب انگیز کہانی کے بنالیا ہی اور بے سروپا اور محض بیہودہ روایتیں مشہور ہوگئی ہیں۔ ہمارا کام یہ ہی کہ اُن روایتوں میں سے جو قابل طمانیت ہیں اُنپر لحاظ کرکے صحیح قصہ اصحاب کہف کا اول بیان کریں اور پھر قرآن مجید کی آیتوں سے تطبیق دیکر دکھلادیں کہ کس قدر قصہ اُس میں کا قرآن مجید میں بیان ہوا ہی اور مفسرین کو جو اس قصہ کے بیان میں اور آیتوں کی تفسیر میں دہوکا ہوا ہی حتی المقدور اُس کو ظاہر کریں۔

ابوالفرج[۱] مسیحی نے اپنی تاریخ مختصر دول میں اور اسمٰعیل[۲] ابوالفدا نے اپنی تاریخ میں لکھا ہی کہ غور دیانوس رومی قیصر عیسائی ہوگیا تھا اور عیسائیوں پر مہربانی کرتا تھا اُسپر دقیوس نے جس کو دقیانوس بھی کہتے ہیں اور جو بت پرست اور عیسائیوں کا دشمن تھا چڑہائی کی اور ۵۳۰ سکندری میں اُس کو مار ڈالا اور خود بادشاہ ہوا اور عیسائیوں کو قتل کرنا یا بت پرستی پر مجبور کرنا شروع کیا۔

اُسی کے عہد[۳] میں اصحاب کہف عیسوی مذہب پر تھے اُن کے عیسائی ہو جانے کی

---

[۱] ذوقیوس قیصر ملک سنة واحدة ویبغضه قیلیبوس قیصر المحسن الی النصاری اعلاهم وشد علیهم حتی افکفر کثیرون من المومنین (مختصر الدول ابی الفرج)

[۲] دقیوس وقیل دقیانوس من کتاب ابی عیسی سنة واحدة وکان ملک الذی قبله (غوردیانوس) قد تنصر فخرج علیه دقیوس وقتله واعاد عبادة الاصنام ودین الصابین وتتبع النصاری یقتلهم ومنه هرب الفتیة اصحاب الکهف وکانوا سبعة وناموا والله اعلم عالبثوا لما اخبر الله تعالی وکان هلاک دقیوس فی منتصف سنة اربعین وخمسمائة (تاریخ ابوالفدا)

[۳] کانوا اصحاب الکهف من قوم یعبدون الاوثان من الروم فهداهم الله للاسلام وکان شریعتهم شریعة عیسی فی قول جماعة من سلف علمائنا (طبری)

مختلف کہانیاں مشہور ہیں جن کی نسبت ہم کو بحث کرنا محض فضول معلوم ہوتا ہے۔ وہ کسی طرح عیسائی ہوے ہوں اس امر کا مسلم ہونا کہ وہ عیسائی تھے ان کے اصلی واقعات بتانے کو کافی ہے۔

تمام روایتیں[لہ] اور تاریخیں اس بات پر متفق ہیں کہ اس ظالم بادشاہ نے اُن لوگوں کو جو تعداد میں اُس وقت چھ تھے بلایا اور مذہب عیسوی چھوڑنے اور بت پرستی کرنے کو کہا مگر اُن سب نے انکار کیا اُسپر بادشاہ نے اُن کو مہلت دی اور اُس مہلت میں وہ شہر سے بھاگے اور ایک چرواہا مع کتے کے اُن کے ساتھ ہولیا اور وہ سب ایک پہاڑ کی کھوہ میں جو شہر اُفسوس سے کچھ فاصلے پر تھا جا کر چھپ رہے۔

---

لہ فاحضرهم (الفتية الذين آمنوا) الملك وقال لهم لكم المهل ثلثة ايام وانى شاخص فى هذه الايام من البلد فان وجدتكم فى اليوم الرابع عند رجوعى مخالفين لطاعتى عذبتكم عذاب من خالفنى (آثار البلاد قزوينى) فبينما هم (اى الفتية) على مثل ذلك وقد دخلوا فى مصلى لهم ادركهم الشرط فرفعوا امرهم الى دقيانوس فقال لهم ما منعكم ان تشهدوا الذبح لالهتنا التى تعبد فى الارض اختاروا اما ان تذبحوا لالهتنا واما ان اقتلكم فقال مكسلمينا وهو اكبرهم ان لنا الها ملا السموات والارض عظمته لن ندعوا من دونه الها ابدا واما الطواغيت فلن نعبدها ابدا فاصنع بنا ما بدا لك قال دقيانوس ما يمنعنى ان اعجل ذلك (اى العقوبة) لكم الا انى اراكم شبابا حديثا اسنانكم فلا احب ان اهلككم حتى اجعل لكم اجلا تذكرون فيه وتراجعون فاخرجوا من عنده وانطلق دقيانوس الى مدينة سوى مدينتهم قريبا منهم لبعض اموره (تفسير معالم التنزيل) فلما قال ذلك (اى قصد الهرب قبل رجوع دقيانوس الى المدينة) بعضهم لبعض غدا كل فتى منهم الى بيت ابيه فاخذ نفقة فتصدق منها ثم انطلقوا بما بقى معهم واتبعهم كلب كان لهم حتى اتوا ذلك الكهف قال ابن عباس هربوا (اى الفتية) ليلا من دقيانوس وكانوا سبعة فمروا براع معه كلب فتبعهم على دينهم وتبعه كلبه فخرجوا من البلد الى الكهف وهو قريب من البلاد (معالم التنزيل)

یہاں تک روایتوں میں چنداں اختلاف نہیں ہی لیکن اس کے بعد کے واقعات میں اختلاف شروع ہوتا ہی یعنی پہاڑ کی کھوہ میں چھپنے کے بعد اُنھوں[له] نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو شہر بھیجا کہ چپکے سے کھانا خرید لادے۔ اکثر مورخین اور اہل تفاسیر نے لکھا ہی کہ وہ لوگ پہاڑ کی کھوہ میں جاکر سو رہے اور زمانہ دراز تین سو یا تین سو نو برس سونے کے بعد جب اُٹھے تو اُنھوں نے ایک شخص کو کھانا خریدنے شہر میں بھیجا۔ بعض مورخین نے لکھا ہی پہلی دفعہ اُسی دن جب وہ کھوہ میں گئے ایک شخص کو کھانا خریدنے کو بھیجا اور پھر دوسری دفعہ کئی سو برس سو کر اُٹھنے کے بعد ایک شخص کا بھیجا لکھا ہی جو محض غلط ہی اور صرف بنایا ہوا قصہ ہی اُن پر پہاڑ کی کھوہ میں سوتے ہونے کے خیال سے یہ قصہ گڑھ لیا گیا ہی مگر اصلیت اس کی جیسی کہ محققانہ نظر سے پائی جاتی ہی صرف اسقدر ہی

کہ وہ لوگ رات[٢ه] کے وقت شہر سے بھاگ گئے تھے جیساکہ قزوینی نے لکھا ہی کہ اُنھوں نے

---

له ویلیخا ہر روز از غار بیروں آمدی و پنہاں در شہر شدی و از بہر اصحاب طعام خریدی و با ایشاں بردی یکے روز از بہر طعام بشہر آمدہ بود کہ آوازہ بشہر فاش شدہ است کہ دقیانوس بالشکر بطلب ایشاں میں دوقیانوس اصحاب وی میرود ویلیخا زود طعامیکہ میبایست بخرید و برگرفت و بغار باز آمد پیش اصحاب و حکایت با ایشاں بگفت کہ دقیانوس و لشکر بنشستند و بطلب ما بیروں آمدند ایشاں چوں ایں بشنیدند دست بر طعام نہادند و بدعا و تضرع درآمدند و از خدائے درخواستند کہ ایشاں را از چشم دقیانوس و لشکرے محجوب گرداند حق تعالی دعائے ایشاں مستجاب گردانید و دیدۂ ایشاں در خواب گرد و آں ہراس و ترس از دل ایشاں برگرفت پس دقیانوس و لشکر او ہمہ برنشستند و ہمکوہ و صحرا بطلب ایشاں بگردیدند و ایشاں را نیافتند بعد ازاں بدر غار رفتہ آمدند حق تعالی ایشاں را از چشم لشکر باز پوشید و ایشاں را ندیدند و بیروں آمدند دقیانوس را گفتند ای پادشاہ ہمہ جا بگردیدیم و ایشاں را نیافتیم۔ دقیانوس گفت ضرور ایشاں درین غار باشند اکنوں درین غار سنگ و گچ برآریدہ ۱۲

٢ه فلما کان الیوم الثالث اجتمع الفتیة وقالوا انما یومنا ھذا ولیلة وعزموا علی الھرب فی تلک اللیلة فلما جنھم اللیل حمل کل واحد شیئا من مال ابیه فخرجوا من المدینة یمشون فمروا براعی غنم لبعض اباھم فعرفھم فقال ماشانکم یا سادتی فاظھروا امرھم للراعی ودعوه الی التوحید فاجابھم فادخلوه معھم فاتبع الراعی کلبھم فساروا الیلتھم و اصبحوا علی باب الکھف دخلوه فیه (آثار البلاد قزوینی) ۱ والکھف مستقبل بنات النعش لا تدخل الشمس فیه ۱۲

[illegible]

راتکو بھاگنے کا قصد کیا۔ جب رات کا اندہیرا ہوگیا تو ہر ایک شخص اپنے گھر سے کچھ مال لیکر چل کھڑا ہوا صبح ہوتے وقت وہ لوگ پہاڑ کی کھوہ پر پہنچے جیسا کہ قزوینی نے بھی لکھا ہی۔ پس وہ کھوہ میں گئے رات کے جاگے رستہ چلے تھکے ہوئے تھے کھوہ میں جہاں بالکل اندھیرا تھا سو رہے۔ کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ دو تین پہر سونے کے بعد وہ اُٹھے اور آپس میں پوچھنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوے کسی نے کہا دن بھر کسی نے کہا کچھ کم کیونکہ کھوہ کی اندہیری میں وہ دن کا اندازہ ٹھیک نہیں کر سکتے تھے۔

جب وہ اُٹھے تو اُنھوں نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو کھانا لانے کو بھیجا۔ قزوینی[۱] نے صاف لکھا ہی کہ جس دن وہ کھوہ میں گئے اُسی دن اُنھوں نے کھانا لینے کو بھیجا تھا۔ تفسیر معالم[۲] التنزیل میں بھی محمد بن اسحاق کی روایت سے لکھا ہی کہ جب وہ کھوہ میں گئے تو "تملیخا" اُن کے لیے شہر سے کھانا خرید لایا کرتا تھا اور چند روز تک جس کی تعداد نہیں بیان کی مگر معلوم ہوتا ہی کہ دو تین روز تک یعنی دقیانوس کے دوبارہ شہر میں آنے تک۔ اسی طرح خرید کر لاتا رہا۔

جب وہ بادشاہ جو اُن کو مہلت دیکر شہر سے باہر چلا گیا تھا پھر شہر میں آیا جیسا کہ

---

لہ وقالوا بعد دخول الكهف لراعي خذ شيئا من الورق وانطلق الى المدينة واشتر لنا طعاما فان القوم لا علم لهم بخروجك معنا فاخذ الراعي ومضى نحو المدينة فلما انتهى الى السوق واشترى بعض حوائجه سمع قائلا يقول ان راعي فلان اينما تبعهم فلما سمع ذلك فزع وترك استتمام ما اراد شراءه وخرج من المدينة مبادرا حتى وافى اصحابه فاخبرهم بما كان من امره (آثار البلاد قزوینی)

عہ فجعلوا اي بعد دخول الكهف نفقتهم الى فتى منهم يقال له يمليخا فكانت يبتاع لهم ارزاقهم من المدينة وكان من اجملهم واجلدهم وكان اذا دخل المدينة يضع ثيابا كانت عليه حسانا وياخذ ثيابا كثياب المساكين الذين يستطعمون فيها ثم ياخذ ورقه فينطلق الى المدينة فيشتر م

م لهم طعاما وشرابا ويتجسس لهم الخبر هل ذكرهم واصحابه بشيء ثم يرجع الى اصحابه فلبثوا بذالك ما لبثوا (تفسير معالم التنزيل)

قزوینی[1] نے بالتصریح بیان کیا ہی تو اس کو معلوم ہوا کہ وہ لوگ شہر سے بھاگ گئے ہیں اُس نے اُن کی تلاشس شروع کی اور پہاڑ کی کھوہ میں اُن کا پتہ لگا اور اُس نے پہاڑ کی کھوہ کا موتھ بند کروا دیا تاکہ وہ اُسی میں بھوکے پیاسے مر رہیں۔

تفسیر[2] معالم التنزیل میں محمد بن اسحاق کی روایت میں بھی بالتصریح یہ امر مذکور ہی۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ پہاڑ کی کھوہ کا موتھ بند ہونے کے بعد وہ وہیں بند ہو گئے اور وہیں مر کر رہ گئے اگرچہ بعض مورخوں اور مفسروں نے لکھا ہی کہ کھوہ میں پڑے سوتے ہیں یعنی مرے نہیں ہیں۔ اور معالم[3] التنزیل میں لکھا ہی کہ خدا نے اُن کی روحوں کو وفات دی جس طرح سونے میں روحوں کو وفات دیتا ہی۔ مگر اگلے بیان سے اور اُن روایتوں سے جو بیان ہوں گی صاف ثابت ہوگا کہ درحقیقت وہ مر گئے تھے۔

اکثر[4] مورخین ومفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ اس واقعہ پر ایک زمانہ گزرنے کے بعد

---

[1] فلما رجع الملك اخبروه بهربهم فخرج يقفوا آثارهم حتى انتهى الى باب الكهف ووقف على مرهم فقال يكفيهم من العذاب بان ماتوا جوعا فاهلك الله دقيانوس وانزل على باب الكهف صخرة (آثار الباقية قزوینی)

[2] فامر دقيانوس بالكهف (اى بعد العلم بان الفتية هربوا واختفوا فى الكهف) ان يسد عليهم وقال دعوهم كلهم فى الكهف يموتون جوعا وعطشا ويكون لهم كهفهم الذى اختاروه قبرالهم (معالم التنزيل)

[3] وقد توفى الله ارواحهم (اى اذ اسد دقيانوس باب الكهف) وفاة النوم وكلبهم باسط ذراعيه بباب الكهف فغشيهم ما غشيهم يتقلبون ذات اليمين وذات الشمال (تفسير معالم التنزيل)

[4] قال وهب فعبروا بعد ما سد عليهم باب الكهف زمانا بعد زمان ثم ان راعيا ادركه المطر عند الكهف فقال لو فتحت باب هذا الكهف وادخلت غنمى اليه من المطر فاسلم من المطر فلم يزل يعالجه حتى فتح ورد الله ارواحهم من الغد حين اصبحوا (معالم التنزيل وهكذا فى كتاب اخر) وفى عهد بيدوسس القى الله فى نفس رجل من اهل ذلك البلد الذى فيه الكهف وكان اسم ذلك الرجل وليا س ان يهدم ذلك البنيان الذى على فم الكهف فيبنا به خطيرة لغنمه فاستاجر غلامين فجعلا ينزعان

اُس کھوہ کا مونھ کھولا گیا اور اصحاب کہف کا اُس کھوہ میں ہونا معلوم ہوا- اور شہر میں اُسکا چرچا ہوگیا اور بادشاہ اور شہر کے تمام لوگ اُس کھوہ میں اُن کے دیکھنے کو گئے-

ابوالفرج مسیحی کی تاریخ کے بموجب یہ زمانہ ساؤذوسیوس قیصر الصغیر کی سلطنت کا تھا اور اصحاب کہف کے کھوہ میں جا چھپنے کے دوسوچالیس برس بعد وہ ظاہر ہوئے تھے-

ابوالفدا اسمعیل بھی اسی بادشاہ کے زمانہ میں اصحاب کہف کا متنبہ ہونا لکھتا ہی یہ بادشاہ ۷۲۳ سکندری میں بادشاہ ہوا تھا اور ۷۵۰ سکندری میں فوت ہوا- اس سبب سے کہ بموجب ابوالفدا کے دقیوس جس کے زمانے میں اصحاب کہف تھے ۵۶۱ سکندری میں تھے- زمانہ ظاہر ہونے اصحاب کہف کا دوسو برس کے قریب ہوتا ہی نہ دوسو پچاس برس جیسا کہ ابوالفرج نے بیان کیا ہی-

تاریخ یعقوبی میں اس بادشاہ کا نام دسیوس لکھا ہی اور صاف لکھا ہی کہ اُس کے زمانے میں اصحاب کہف جو مر گئے تھے زمانہ طویل کے بعد ظاہر ہوئے اُس میں مطلق اس بات کا اشارہ نہیں ہی کہ وہ سوتے تھے اور اُس کے زمانے میں جاگے یا مرے ہوئے تھے اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷) تلک الحجارۃ ویبنیان تلک الحظیرۃ حتی نزعا علی فم الکہف وفتحا باب الکہف ۱۲ (تفسیر معالم التنزیل) سلہ وفی هذ الزمان (ای فی عہد ساوذوسیوس قیصر الملک) انبعث اصحب الکہف من رقدتھم التی رقدوا علی عہد ذوقیوس الملک بعد مائتین واربعین سنۃ بالتقریب فخرج ثاوذوسیوس الملک مع اساقفہ وقسیسین وبطارقہ فنظر الیہم وکلموہم فلما انصرفوا من عندہم ماتوا فی مواضعہم (مختصر الدول لابی الفرج) ۲ے ثاوذوسیوس الثانی من کتاب ابی عیسی ملک عشرین سنۃ وفی ایامہ غزت فارس الروم وفی ایام ثاوذوسیوس المذکور انتبہ اصحب الکہف وکان موت ثاوذوسیوس المذکور فی منتصف سنۃ خمس وخمسین ۱۲ (تاریخ ابوالفدا) ۳ے وفی ایامہ (ای فی ایام دسیوس الملک) ظہر اصحب الکہف بعد ان کانوا قد ماتوا بعد

(تاریخ یعقوبی)

زندہ ہوئے بلکہ صاف لکھا ہی کہ ظاہر ہوئے یعنی اُس کھوہ میں اُن کا ہونا معلوم ہوا۔

علاوہ اس کے جتنی روائتیں ہیں سب سے یہی امر ماخوذ ہوتا ہی کہ درحقیقت اصحاب کہف جب معلوم ہوے تو وہ مرے ہوئے تھے اور مرے ہوئے رہے۔

بعض[1] تفسیر کی کتابوں میں جیسے تفسیر کبیر و مدارک و بیضاوی ہیں یہ تو لکھا ہی کہ جب بادشاہ اور لوگ انکو دیکھنے اور اُنسے ملنے کو گئے تو وہ زندہ ملے بادشاہ کو دعا بھی دی اور پھر فی الفور مرگئے اس بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ اُن کا زندہ ملنا اور بادشاہ کو دعا دینا سب ایک کہانی ہی ورنہ درحقیقت وہ مرے ہوئے تھے اور طبری اور کامل ابن اثیر اگرچہ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ زندہ ہوئے مگر جو روائتیں بیان کیں ہیں اُنسے صاف پایا جاتا ہی کہ کسی شخص نے جو اُن کے دیکھنے کو گئے تھے اُن کو زندہ نہیں دیکھا۔

طبری[2] کی ایک روایت میں ہی کہ وہ زندہ ہو گئے تھے مگر جب لوگ اُن کے دیکھنے کو کہف کے قریب پہنچے تو خدا نے اُن کو پھر مردہ کردیا یا پھر سُلا دیا اور لوگ اندر جانے سے ڈر گئے اور اندر نہ جاسکے۔

دوسری[3] روایت میں طبری نے لکھا ہی کہ بادشاہ اور لوگ کھوہ میں گئے تو دیکھا کہ صرف

[1] ثم قال الفتیة للملك نستودعك الله ونعیذك به من شر الجن والانس ثم رجعوا الی مضاجعهم وتوفی الله انفسهم (مدارك التنزیل وهکذا فی البیضاوی) وقیل ان الملك وقومه لما راوا اصحٰب الکهف ووقفوا علی احوالهم عاد القوم الی کهفهم فاماتهم الله (تفسیر کبیر)

[2] قال واین اصحابك قال فی الکهف قال فانطلقوا معه حتی اتوا باب الکهف فقال دعونی ادخل علی اصحابی قبلکم فلما راوه ودنا منهم ضرب الله علی اذنه وعلی اذانهم فجعلوا کلما دخل رجل ارعب فلم یدخلوا الیهم (طبری وهکذا فی الکامل لابن الاثیر)

[3] فقال الفتی دعونی ادخل الی اصحابی فلما ابصرهم ضرب الله علی اذنه وعلی اذانهم فلما

اُن کے جسم ہیں جو کسی طرح بگڑے نہ تھے مگر اُن میں ارواح نہ تھی۔

کامل ابن اثیر[لہ] میں ایک اور بات زیادہ لکھی ہی کہ وہ زندہ تو ہوگئے تھے مگر انھوں نے دعا مانگی کہ خدا اُن کو مار ڈالے اور جو لوگ اُن کو دیکھنے آئے ہیں اُن میں سے کوئی اُن کو نہ دیکھے پس وہ فی الفور مر گئے۔

اور یہ تمام روایتیں اس بات کی مثبت ہیں کہ وہ زندہ نہ تھے اور نہ کسی نے اُن کو زندہ دیکھا۔ اصل یہ ہی کہ جب لاشیں ایسے مقام پر ہوتی ہیں جہاں ہوا کا صدمہ نہیں پہنچتا اور لاشیں اُسی طرح رکھے رکھے راکھ ہو جاتی ہیں تو وہ سوراخ میں سے ایسی ہی معلوم ہوتی ہیں کہ گویا پورے مجسم اجسام بلا کسی نقص کے رکھے ہوئے ہیں۔ اسی طرح لوگوں نے اُنکو دیکھا اور جانا کہ پوری مجسم بلا کسی نقصان کے لاشیں رکھی ہیں یا وہ لوگ سو رہے ہیں۔

۱۸۴۳ء یا ۱۸۴۴ء میں دہلی میں اسی قسم کا ایک واقعہ گزرا تھا جہاں حضرت نظام الدین کی درگاہ ہی وہاں بہت پُرانا قبرستان ہی۔ ایک اونچی جگہ پر ایک چبوترہ تھا اور اُس کے اوپر تین قبروں کے نشان تھے۔ اتفاق سے اُس چبوترے کی ایک طرف کی دیوار میں سے کچھ پتھر گر پڑے اور چھید ہوگیا کہ اندر سے قبر دکھائی دینے لگی۔ لوگوں نے اُس چھید میں سے جھانکا تو اُن کو معلوم ہوا کہ قبر بہت بڑی مثل ایک مربع کوٹھری کے ہی اور تین لاشیں بالکل سفید کفن پہنے ہوئے مجسم بلا کسی نقصان کے اُن میں رکھی ہوئی ہیں۔ اس کا چرچا ہوا اور بہت آدمی اُن کے دیکھنے کو گئے اور سب نے یہی بات بیان کی۔ میرے مخدوم دوست

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹) استبطرہ دخل الملک ودخل الناس معہ فاذا اجساد لاینکرون منہا شئ غیر انہا لا ارواح فیہا (طبری) لہ فسبقہم الی اصحابہ ودخل علی اصحابہ فاخبرہم الخبر فعلوا حینئذ مقدار لبثہم فی الکہف وبکوا فرحا ودعوا اللہ ان یمیتہم ولا یراہم احد ممن جاءہم فماتوا بساعتہم (کامل لابن اثیر)

مولوی امام بخش صاحب صہبائیؔ مرحوم کو اس قسم کی باتوں کے دریافت کا بہت شوق تھا وہ خود اُن لاشوں کے دیکھنے کو گئے۔ اول اُنہوں نے جھانک کر دیکھا تو اُن کو بھی اُسی طرح مجسم اور مسلم لاشیں معلوم ہوئیں۔ اُن کو تعجب ہوا۔ اُنھوں نے دیوار کے دو ایک پتھر اُکھاڑ ڈالے اور اندر گھُسے۔ ایک عجیب بات تو یہ دیکھی کہ قبر ایک مربع کوٹھری کے برابر بنی ہوئی تھی اور تین لاشیں اُس میں رکھی ہوئی تھیں۔ مگر سب بوسیدہ اور راکھ کے طور پر ہو گئی تھیں۔ لیکن چونکہ ہوا کا صدمہ کچھ نہ تھا تو جہاں اُن کے ہات رکھے ہوئے تھے وہیں اُنکے ہات کی راکھ تھی اور جہاں سر رکھا تھا وہی سر کی راکھ تھی۔ جہاں پاؤں رکھا ہوا تھا وہیں پاؤں کی راکھ تھی اور سب کے نشان معلوم ہوتے تھے۔ وہ لاشیں کاٹھ کے تخت پر رکھی گئی تھیں۔ وہ تخت بھی بوسیدہ ہو کر اور گل کر زمین کے برابر ہو گیا تھا۔ مگر اُس کے نشان بھی رکھ میں جُدا محسوس ہوتے تھے۔ انھوں نے اُنگلی سے چھوا تو معلوم ہوا کہ بالکل راکھ ہے اور ہڈیوں اور راکھ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ مگر جب سوراخ میں سے دیکھا جاتا تھا تو وہ تمام نقش جو راکھ میں قائم تھے بالکل مجسم اور مسلم لاشیں معلوم ہوتی تھیں۔ تم خیال کرو کہ اگر ہم ایک تصویر کو ایک صندوق میں رکھدیں اور ایسی حکمت کریں کہ کسی قدر شعاع آفتاب کی اُس میں پہنچے اور اُس کے پہلو میں ایک چھید کر کے اُس کو دیکھیں تو وہ تصویر بالکل مجسم معلوم ہوگی۔ پس اس طرح سے اس قسم کی پرانی لاشیں جو کسی پہاڑ کے نل میں سے دیکھی جاتی ہیں تو وہ مسلم معلوم ہوتی ہیں۔ اسی طرح اصحاب کہف کی لاشوں کے دیکھنے والوں کو وہ لاشیں مجسم معلوم ہوتی ہوں گی۔ کیورس متہس کے مصنف نے لکھا ہے کہ اصحاب کہف کی ہڈیاں ایک بڑے پتھر کے بکس میں بند کر کے مارسلیس کو بھیجی گئیں۔ جواب بھی سائنٹ وکیٹر کے گرجا میں دکھائی جاتی ہیں۔ اِس کی تصدیق تاریخ طبری سے بھی ہوتی ہے۔ اُس میں لکھا ہے کہ قتادہ نے

روایت کی ہے کہ جب ابن عباس جبیب بن مسلمہ کے ساتھ جہاد پر گئے تو وہ کہف پر گزرے اور اُس میں کچھ ہڈیاں تھیں۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ اصحاب کہف کی ہڈیاں ہیں۔ ابن عباس نے کہا کہ ان کی ہڈیاں تو تین سو برس سے زیادہ ہوا کہ یہاں نہیں رہیں۔

بہر حال جب اُس ظالم بادشاہ نے اُس کھوہ کا مونھ بند کروا دیا تو یہ بیچارے اُسمیں بند ہو گئے اور مر گئے۔ ایک زمانۂ دراز کے بعد خواہ وہ زمانہ دو سو برس کا ہو یا ڈھائی سو برس کا یا تین سو برس کا یا تین سو نو برس کا کسی شخص نے اُس کھوہ کے مونھ کو کھولا جیسا کہ[1] اکثر روایتوں میں بیان ہوا ہے۔ اس میں بھی کچھ شک نہیں ہو سکتا کہ اُن لوگوں کے پاس جو کھوہ میں گئے تھے اُس زمانے کے سکّے کے رُوپے موجود تھے اور جس شخص نے اُس کا مونھ کھولا تھا اُس نے وہ رُوپے پائے ہونگے اور جب بازار میں لیگیا لوگوں نے چرچا کیا ہوگا کہ اُسنے خزانہ پایا ہے۔ حاکم تک اُس کو پکڑ کر لے گئے ہوں گے اور اُس نے تمام قصہ پہاڑ کی کھوہ میں لاشوں کے ہونے کا اور وہاں سے روپیہ ملنے کا بیان کیا ہوگا اُسپر وہاں کے حاکم اور شہر کے لوگ اُن کے دیکھنے کو آئے اور جانا کہ یہ اُن لوگوں کی لاشیں ہیں جو دقیوس قیصر کے ظلم سے بھاگے تھے۔

راویوں[2] اور لوگوں نے اس اصلی واقعہ کو اس طرح پر بنا لیا کہ اصحاب کہف کئی سو برس بعد

---

(نوٹ صفحہ ۲۱) قال قتادة وغزا ابن عباس مع حبیب بن سلمة فمروا بالکهف فاذا فیه عظام فقال رجل هذه عظام اصحٰب الکهف فقال ابن عباس لقد ذهبت عظامهم منذ اکثر من ثلثمائة سنة (طبری) [1] فلما کانت السنة التی اراد الله فیها احیاء الفتیة انطلق رجل من اهل المدینة واقام بذلك المکان یرعی غنمه فاراد ان یتخذ لغنمه حظیرة فامر اعوانه بتنحیة الصخرة التی کانت علی باب الکهف (آثار البلاد قزوینی) [2] ثم قالوا (ای الفتیة بعد بعثهم عن الموت او ایقاظهم من النوم الطویل) لیعلینا انطلق الی المدینة فتسمع مایقال لنا بها وما الذی یذکر

سوتے سے اُٹھے یا مُردے سے زندہ ہو گئے۔ اور نھیں میں کا ایک شخص روپیہ لیکر بازار میں آیا اور چرچا ہوا اور سب لوگ پہاڑ کی کھوہ پر گئے۔ پھر کسی نے کہا وہ زندہ تھے ایک آدہ بات کہکر مر گئے۔ کسی نے کہا کہ مسلم بغیر کسی نقصان کے لاشیں تھیں مگر اُن میں ارواح نہ تھی ایسے واقعات میں اس قسم کی افواہیں اُڑا کرتی ہیں اور رفتہ رفتہ روائتیں بنجاتی ہیں اور کتابوں میں لکھی جاتی ہیں اور مذہبی لگاؤ سے لوگ اُس کو مقدس سمجھتے ہیں اور معجزہ اور کرامات قرار دیتے ہیں۔

قرآن مجید میں جس قدر اس قصہ کا بیان آیا ہی وہ بالکل سیدھا اور صاف ہی۔ بلکہ خدانے اِس قصہ کو اسی مقصد سے بیان کیا ہی کہ جو غلط باتیں اور عجائبات اُس قصّہ کے ساتھ مشہور تھے اُن کی غلطی ظاہر ہو یا اُن کی تکذیب کی جائے اور بتا دیا جائے کہ اصل واقعہ کیا ہی۔

مگر افسوس ہی کہ مفسرین نے جن کے کان اُنھیں پُرانی افواہی روائتوں سے بھرے ہوئے تھے اور عیسائی بھی اور اُن کے سوا عرب اور ایشیا کے لوگ بھی اس قصہ کو عجائبات یا کرامات اور معجزات کے طور پر بیان کرتے تھے قرآن مجید کی آئتوں کی بھی وہی تفسیر کی جس سے خود خدا انکار کرتا تھا۔ فمثلھم کمثل الذی فسر القول بما لا یرضی قائلہ۔

تمام مفسرین کی سوائے معتزلہ کے یہ عادت ہی کہ اپنی تفسیروں میں محض بے سند اور افواہی روائتوں کو بلاتحقیق لکھتے چلے جاتے ہیں اور ذرا بھی تحقیق کی طرف متوجہ نہیں ہوتے علاوہ اس کے اُنھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہی کہ جہاں تک ہو سکے ہر ایک سیدھی سادی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۲) عند دقیانوس وتلطف ولا یشعرون بلث احد واتبع لنا طعاما فاتنا بہ و زدنا علی الطعام الذی جئتنا بہ فقد اصبحنا جیاعا (تفسیر معالم التنزیل)

بات کو بھی ایک حیرت انگیز طریقے پر اور عجائبات و کرامات کے نمونے پر بیان کریں۔
اُسی عادت کے موافق اصحاب کہف کے قصہ میں بھی عجیب و غریب باتیں ملا دی ہیں مگر
قرآن مجید اُن سب کو غلط بتاتا ہی۔

اب ہمکو مناسب معلوم ہوتا ہی کہ قرآن مجید کی اُن آیتوں کی جو اصحاب کہف کے
قصہ سے متعلق ہیں تفسیر لکھیں اور دکھلائیں کہ قرآن مجید میں اُن کا قصہ کس قدر اور کس طرح
بیان ہوا ہی۔ اور مفسرین اُن آیتوں کی تفسیر میں کیسے دہوکے میں پڑ گئے ہیں۔ واللہ المستعان

## تفسیر الآیات من القرآن العظیم

فی قصۃ

# اصحاب الکهف والرقیم

سب سے اول اس امر کا تصفیہ کرنا چاہیے کہ اصحاب کہف و رقیم کا ایک ہی گروہ پر اطلاق ہوا ہی یا دو مختلف گروہوں پر یعنی جن لوگوں پر اصحاب کہف کا اطلاق ہوا ہی انھیں پر رقیم یعنی اصحاب رقیم کا اطلاق ہوا ہی یا اصحاب کہف ایک جدا گروہ تھا اور اصحاب رقیم جدا گروہ۔

جو کچھ بحث ہو سکتی ہی وہ رقیم کے لفظ پر ہو سکتی ہی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تفسیر بیضاوی اور اور کتابوں میں بھی لکھا ہی کہ اصحاب الرقیم ایک جدا گروہ تھا اور وہ تین شخص تھے کہیں جاتے تھے رستہ میں مینھ آیا ایک پہاڑ کے غار میں ہو بیٹھے اوپر سے پہاڑ گرا اور غار کا موتھ بند ہو گیا۔ ان لوگوں نے خدا کے سامنے عاجزی کی اور اس مصیبت سے نکلنے کی دعا مانگی۔ کچھ عرصے کے بعد جو پتھر پہاڑ کا اوپر سے پھسل گرا تھا اور جس نے غار کا

ف قیل اصحاب الرقیم قوم آخرون کانوا ثلثۃ خرجوا یرتادون لاھلھم فاخذتھم السماء فاووا الی الکھف فانحطت صخرۃ وسدت بابہ فقال احدھم اذکروا ایکم عمل حسنۃ لعل اللہ تعالی یرحمنا ببرکتہ فعمل کل واحد منھم بعملہ ففرج اللہ عنھم فخرجوا وقد رفع ذلک نعمان بن بشیر (بیضاوی)

مونھ بند کر دیا تھا وہ اور نیچے کو پھسل گیا اور غار کا مونھ کھل گیا۔

یہ قصہ[1] امام محمد اسمٰعیل بخاری نے بھی اپنی کتاب صحیح بخاری میں بیان کیا ہی۔ مگر کچھ شبہہ نہیں ہو سکتا کہ اس مقام پر لفظ رقیم سے اُن لوگوں کے قصّے کی طرف اشارہ نہیں ہی۔ اوّل تو اس لیے کہ اُس گروہ پر اصحاب الرقیم کا اطلاق نہیں ہوا۔ دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ نے اس مقام پر دو گروہ کے قصے نہیں بیان کیے بلکہ صرف ایک گروہ کا قصہ بیان کیا ہی جس سے ثابت ہوتا ہی کہ اصحاب کہف و رقیم ایک ہی گروہ کا لقب تھا۔

ظاہرا معلوم ہوتا ہی کہ جہاں خدا نے اصحاب کہف کی تعداد میں لوگوں کا اختلاف بیان کیا ہی کہ کوئی تو کہتا ہی کہ وہ تین شخص تھے کوئی کہتا ہی کہ پانچ تھے۔ کوئی کہتا ہی سات تھے بس بعض لوگوں نے تین کی تعداد پر خیال کر کے رقیم کے لفظ سے اُس گروہ کا اشارہ سمجھا جن کی تعداد تین تھی اور وہ بھی پہاڑ کے غار میں اوپر سے پتھر گرنے کے سبب بند ہو گئے تھے۔ مگر جیسا کہ ہم نے بیان کیا نہ کوئی وجہ پائی جاتی ہی اور نہ اس بات کا کوئی ثبوت ہی کہ ان لوگوں پر اصحاب الرقیم کا اطلاق ہوا ہو البتہ قسطلانی شرح بخاری میں

---

[1] باب اذا اشتری شیئا لغیرہ بغیر اذنہ فرضی حدثنا یعقوب بن ابراھیم حدثنا ابو عاصم انا ابن جریج اخبرنی موسی ابن عقبۃ عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال خرج ثلثۃ نفر یمشون فاصابھم مطر فدخلوا فی غار فی جبل فانحطت علیھم صخرۃ قال فقال بعضھم لبعض ادعوا اللہ بافضل عمل عملتموہ فقال احدکذا والثانی کذا والثالث کذا فکشف عنھم (بخاری)

باب من استاجر اجیرا فترک اجرہ حدثنا ابوالیمان انا شعیب عن الزھری ثنی سالم بن عبد اللہ ان عبد اللہ ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلعم انطلق ثلثۃ رھط ممن کان قبلکم حتی اووالمبیت الی غار فدخلوہ فانحدرت صخرۃ من الجبل فسدت علیھم الغار فقالوا انہ لا ینجیکم من ھذہ الصخرۃ الا ان تدعوا اللہ بصالح اعمالکم فقال الرجل منھم کذا والثانی کذا والثالث کذا فانفرجت الصخرۃ فخرجوا یمشون (بخاری)

شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب نے اصحاب الغار کا اُنپر اطلاق کیا ہی مگر اصحاب الرقیم کا کسی نے اطلاق نہیں کیا۔

بیضاوی اور نیز اور مورخوں اور مفسروں نے رقیم کے معنوں میں اختلاف کیا ہی بعضوں نے کہا کہ جس پہاڑ میں اصحاب کہف چھپے تھے اُس کا نام ہی۔ کسی نے کہا جس جنگل میں وہ پہاڑ تھا اُس جنگل کا وہ نام ہی۔ بعضوں نے کہا کہ جہاں وہ پہاڑ تھا اُس شہر کا نام ہی۔ مگر یہ سب اقوال قابل اعتبار نہیں ہیں اس لیے کہ جغرافیہ اُس ملک کا جہاں وہ پہاڑ تھا ان اقوال میں کسی کی مساعدت نہیں کرتا۔

بعضوں کا قول ہی کہ رقیم اُن کے کُتے کا نام تھا اور اس کی سند میں امیہ بن ابی الصلت شاعر جاہلی کا شعر لایا جاتا ہی جس میں اُس نے کہا ہی۔ ولیس بہا الا الرقیم مجاورا۔ مگر اس قول پر بھی طمانیت نہیں ہو سکتی کیونکہ جس طرح رقیم کی نسبت مختلف باتیں مشہور تھیں۔ یہ بھی مشہور ہو گا کہ رقیم اُن کے کُتے کا نام تھا۔ اُسی کو شاعر نے اپنے شعر میں نظم کر دیا۔

رقیم کے معنی از روے لغت کے لکھے ہوئے کے ہیں۔ صحیح بخاری میں بھی رقیم کی تفسیر میں لکھا ہی کہ "الرقیم الکتاب مرقوم مکتوب من الرقم"۔ بخاری[ؒ] نے بھی سعید بن جبیر کا قول نقل کیا ہی۔ کہ انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہی کہ رقیم جست کی تختی تھی جسپر اصحاب کہف کا حال اور اُن کے نام لکھے گئے تھے اسی وجہ سے اُن کو اصحاب الرقیم بھی کہتے تھے۔ پانچویں صدی عیسوی کے اخیر میں یا چھٹی صدی کے شروع میں یعنی آنحضرت صلعم سے[لہ] پہلے الیشیا میز کے لشپ نے اس قصے کو بطور عیسائی مذہب کے متبرک قصے کے

لہ قال سعید عن ابن عباس الرقیم اللوح من الرصاص کتب عاملھم اسماءھم (ای اسماء اصحاب الکھف) ثم طرحہ فی خزانتہ (بخاری)

تحریر کیا تھا پس ہر صورت سے اصحاب کہف پر اصحاب الرقیم کا اطلاق صحیح و درست ہوتا ہی اور رقیم عطف تفسیری ہی اصحاب کہف کی۔ وہو الصحیح عندنا۔

تمام مفسرین[1] قصہ اصحاب کہف کی شان نزول میں لکھتے ہیں کہ نضر بن الحارث اور عتبہ بن ابی معیط مدینہ کے یہودیوں کے احبار یعنی علماء کے پاس گئے اور آنحضرت صلعم کے حالات اُن سے کہے اُن لوگوں نے کہا کہ تم اُن سے تین سوال کرو اگر وہ جواب دیں تو نبی ہیں نہیں تو نہیں۔

ایک یہ کہ چند جوان جو اگلے زمانے میں گزرے اُنکا کیا حال ہی۔

ایک یہ کہ اُس شخص کی جو بڑا پھرنے والا تھا اور زمین کے مشرق اور مغرب تک پہنچا تھا اُس کے حالات کیا ہیں۔

ایک یہ کہ روح کیا ہی۔

[1] روایت محمد بن اسحٰق ثم ان قریشا بعثوه (ای نضر ابن الحارث) وبعثوا معه عقبة ابن ابی معیط الی احبار الیہود بالمدینة وقالوا لهما سلوهم عن محمد وصفته واخبروهم بقوله فانهم اهل الکتاب الاول وعندهم من العلوم لیس عندنا من علم الانبیاء فخرجا حتی قدما الی المدینة فسالوا احبار الیہود عن احوال محمد فقال احبار الیہود سلوه عن ثلثة عن فتیة ذهبوا فی الدهر الاول ما کان من امرهم فان حدیثهم عجیب وعن رجل طواف قد بلغ مشارق الارض ومغاربها ما کان نبأه وسلوه عن الروح ما هو فان اخبرکم فهو نبی والا فهو مفتون فلما قدم النضر وصاحبه مکة قالا قد جئناکم بفصل ما بیننا وبین محمد واخبروا بما قاله الیہود فجاءوا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وسالوه فقال رسول الله صلعم اخبرکم بما سالتم عنه غدا ولم یستثن فانصرفوا عنه ومکث رسول الله صلعم فیما یذکرون خمسة عشر لیلة حتی ارجف اهل مکة به وقالوا وعدنا محمد غدا والیوم خمس عشرة لیلة فشق علیه ذلک ثم جاءه جبریل من عند الله بسورة اصحٰب الکهف وفیها معاتبة الله ایاه علی حزنه علیهم وفیها خبر اولئک الفتیة وخبر الرجل الطواف (تفسیر کبیر)

پہلے سوال کے جواب میں اصحاب کہف کا قصہ نازل ہوا۔ مگر ہمارے نزدیک نہ اس تمہید کی جو سوالات کرنے کے باب میں بیان ہوئی ہی کوئی سند ہی اور نہ اس بات کی طرف کہ اصحاب کہف کے قصے کی نسبت کسی نے سوال کیا تھا کوئی اشارہ ہی۔ ذوالقرنین کا حال اور روح کی ماہیت بلاشبہ لوگوں نے آنحضرت صلعم سے پوچھی تھی اور قرآن مجید میں اُس کی طرف اشارہ ہی جہاں فرمایا ہی یسئلونک عن ذی القرنین۔ یسئلونک عن الروح۔ مگر اصحاب کہف کے قصے میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہی جس سے پایا جاوے کہ وہ قصہ آنحضرت صلعم سے کسی نے پوچھا تھا۔ معہذا نبی ہونے کی شناخت ان سوالوں کے جواب پر منحصر کرنا کیسی ایک لغو اور بیہودہ بات ہی۔

اس روایت میں ایک صریح غلطی یہ ہی کہ اصحاب کہف کا قصہ یہودیوں کا یا یہودی مذہب کا قصہ نہیں ہی۔ بلکہ عیسائی مذہب کے لوگوں کا قصہ ہی۔ پس اس کی نسبت علماء یہود سے پوچھنا یا علماء یہود کا اُس کی نسبت سوال بتانا اور اُس کے جواب پر آنحضرت صلعم کا نبی ہونا منحصر کرنا کیسا غلط ہی۔

علاوہ اس کے یہ قصہ کچھ بہت پرانا قصہ نہیں۔ آنحضرت صلعم کے زمانے سے تھوڑے زمانے پہلے کا ہی جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا۔ معہذا یہ قصہ عرب جاہلیت کو بھی معلوم تھا جیسے کہ امیہ بن ابی الصلت جاہلی کے شعر سے پایا جاتا ہی اور وہ یہ ہی

ولیس بہا الا الرقیم مجاورا وصیدھم والقوم فی الکھف ھمد

پس ایسے قصے کو پوچھنا اور اُس پر نبی ہونے کو منحصر کرنا کسی طرح سمجھنے کے قابل نہیں ہی۔ علاوہ اس کے خود قرآن مجید سے پایا جاتا ہی کہ قبل اس کے کہ خدا تعالے اس قصے کی حقیقت تلادے آنحضرت صلعم اس قصے کو مع اُن عجائبات کے جو لوگوں نے

اُس میں شامل کر دیے تھے سُن چکے تھے اور متعجب ہوئے تھے۔ خدا نے فرمایا[1] اے محمد کیا تو نے سمجھا ہی کہ اصحاب کہف و رقیم میری عجیب نشانیوں میں تھے۔ اور جب تک کہ آنحضرت نے وہ قصہ مع اُن عجائبات کے جو لوگوں نے اُس میں شامل کر لیے تھے نہ سُن لیا ہو تو خدا کا یہ فرمانا کہ کیا تو نے اُس کو عجیب سمجھا ہی۔ صحیح نہیں ہو سکتا بے جانی ہوئی چیز پر نہیں کہا جا سکتا کہ کیا تو نے اُس کو عجیب جانا ہی۔

یہ کہانی کہ قریش نے احبار یہود کے کہنے سے آنحضرت صلعم سے تین سوال کیے تھے اور آپ نے فرمایا کہ میں کل اس کا جواب دوں گا مگر انشاء اللہ تعالیٰ نہ کہا اور پندرہ روز تک نہ جبریل آئے نہ وحی لائے اور قریش ایسی ویسی باتیں بنانے لگے اور آنحضرت صلعم ملول و متفکر ہوئے محض غلط اور ساختہ کہانی ہی اور حدیث کی کسی معتبر کتاب میں یہ روایت نہیں ہے

لوگوں کی عادت ہی کہ جہاں قرآن مجید کی کسی آیت میں اس قسم کا کوئی لفظ دیکھا جس پر کوئی قصہ مبنی ہو سکتا ہی اُس کی مناسبت سے ایک قصہ روایت کرنے لگے اور ہمارے مفسرین نے ان روایتوں کو اپنی تفسیروں میں نقل کرنا شروع کیا۔ اسی سورہ میں یہ آیت ہی[2] کہ ”اور تو کبھی نہ کہنا کسی چیز کے لیے کہ میں اُس کو کل کروں گا بغیر انشاء اللہ کہے اور یاد کر اپنے پروردگار کو جب تو بھول جاوے“ اس آیت سے لوگوں نے یہ قصہ بنایا کہ قریش[3] نے یہ قصہ پوچھا تھا اور آپ نے وعدہ کیا تھا کہ میں کل جواب دونگا مگر انشاء اللہ نہیں

---

[1] ام حسبت ان اصحٰب الکھف والرقیم کانوا من اٰیٰتنا عجبا (سورہ کہف) [2] ولا تقولن لشیٔ انی فاعل ذلک غدا الا ان یشاء اللہ واذکر ربک اذا نسیت وقل عسیٰ ان یھدین ربی لاقرب من ھذا رشدا (سورہ کہف) [3] وذلک ان اھل مکۃ سالوہ عن الروح وعن اصحاب الکھف وعن ذی القرنین فقال

۱۹۵۶۹۱۲

کہا تھا اُسپر خدا ناخوش ہوا اور دو ہفتے تک وحی نہیں بھیجی۔ نعوذ باللہ من ہذہ الشطیحات۔

اول تو غدا کے معنی کل کے یعنی دوسرے دن کے قرار دینا صحیح نہیں ہی غد و غدا کا استعمال زمانہ مستقبل غیر معین وغیر محدود پر ہوتا ہی۔ خدا نے سورہ لقمان[1] میں فرمایا ہی کہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کریگا۔ پس غدا کے لفظ سے جس کا ترجمہ کل اور (فردا) ہی دوسرا دن مراد نہیں ہی بلکہ اُس سے زمانہ مستقبل یعنی آنے والا زمانہ مراد ہی۔ مطلب یہ ہی کہ کوئی نہیں جانتا کہ آیندہ وہ کیا کرے گا۔

زمانہ جاہلیت میں بھی غد کے لفظ کا اس معنی میں استعمال ہوتا تھا جیسے کہ زیاد ابن معاویہ المعروف بالنابغہ الذبیانی جاہلی شاعر نے کہا ہی۔

لا مرحبا بغدٍ و لا اھلا بہ      ان کان تفریق الاحبۃ فی غدٍ

پس اس آیت میں جو لفظ غدا کا ہی اس کے معنی دوسرے دن کے نہیں ہیں خدا نے فرمایا کہ جب تم آیندہ زمانے میں کسی کام کے کرنے کو کہو تو اُس کے ساتھ انشاءاللہ تعالیٰ کہہ لیا کرو۔ لوگوں نے اس خیال سے کہ یہ آیت سورہ کہف کی آیتوں میں شامل ہی اور غدا کا لفظ اُس میں آیا ہی۔ اور لوگوں کا ذوالقرنین کی نسبت اور روح کی نسبت بھی سوال کرنا قرآن مجید میں مذکور ہی ایک روایت جس کی کوئی سند نہیں ہی بنا گھڑی کی اور ہمارے مفسروں نے اپنی تفسیروں میں نقل کرنا شروع کر دیا۔

خدا تعالےٰ نے اس مقام پر اصحاب کہف کے قصے کو اخیر تک بیان نہیں کیا بلکہ صرف اسی قدر بیان کیا ہی جہانتک اس بات سے علاقہ رکھتا ہی جس سے اس قصہ کا عجیب

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۰) اخبرکم غدا ولم یقل انشاء اللہ فلبث الوحی ایاما ثم نزلت ہذہ الآیۃ (معالم التنزیل)

[1] ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا (سورہ لقمان)

وغریب اور مافوق الطبیعت ہونا لوگوں نے بیان کیا ہی باقی قصہ کو چھوڑ دیا ہی۔ کیونکہ اُس کے بیان کی ضرورت نہ تھی اس لیے جس مقام پر اُس قصہ کو چھوڑا اپنے پیغمبر کو نصیحت کی ہو کہ جو کام آیندہ کو کرنا ہو بغیر انشاء اللہ کہے مت کہو کہ میں کروں گا اور اگر انشاء اللہ کہنا بھول جاوے تو اُس کو یاد کرلے یعنی یاد آنے پر کہہ لے۔ یہ جملہ اس مقام پر اس لیے فرمایا کہ خدا نے قصے کو ناتمام چھوڑ کر اپنے پیغمبر سے فرمایا کہ یہ کہہ[۱] دے کہ ہدایت کرے مجھ کو میرا پروردگار اس سے بھی قریب زیادہ ٹھیک بات کی۔ یعنی جو قصہ باقی رہ گیا ہی۔ اس کو بھی تحقیق طور پر بتا دیگی اور اسی کے بعد فرمادیا کہ خدا کو معلوم ہی کہ وہ کہف میں کتنی مدت رہے۔ غرض کہ جو شان نزول مفسرین نے بتائی ہی وہ صحیح نہیں ہی۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہی کہ قاضی عبد الجبار معتزلی نے بھی اس شان نزول پر اعتراض کیا ہی کہ یہ شان نزول صحیح نہیں۔ وہو الحق۔ اب اس قصہ کی شان نزول جو خود قرآن مجید سے بدلالت النص پائی جاتی ہی ہم بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے کافروں سے یہ قصہ جس طرح کہ اُن میں مشہور تھا سُنا اور اُس پر نہایت متعجب ہوے تھے خدائے تعالےٰ نے اُس تعجب کے دُور کرنے کو فرمایا " کہ اے[۲] محمد کیا تو نے سمجھا ہی کہ اصحاب کہف اور رقیم میری عجیب نشانیوں میں تھے۔ یعنی وہ کچھ عجیب نہ تھے۔

علما[۳] مفسرین نے بھی یہ معنی اختیار کیے ہیں۔ مگر باوجود عجیب ہونے کے نفی کرنے کے اُس کا عجیب ہونا قائم رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس لیے عجیب نہیں ہی کہ خدا کی تمام نشانیاں عجیب ہیں یا یہ کہ خدا کی مخلوقات مثلاً آسمان اور زمین وغیرہ اس قصے سے بھی

---

[۱] قل عسی ان یھدینی ربی لاقرب من ھذا رشدا (سورۂ کہف) [۲] ام حسبت ان اصحب الکہف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا (سورۂ کہف) [۳] یعنی اظننت یا محمد ان اصحاب الکہف والرقیم کانوا من ایاتنا عجبا ای ھم عجب من اٰیتنا وقیل معناہ انھم لیسوا باعجب من اٰیاتنا فان ما خلقت من السموات والارض ما فیھن م من العجائب اعجب منھم (معالم التنزیل)

اعجب یعنی عجیب ترین۔

مگر ان دونوں دلیلوں میں غلطی ہی۔ بیشک خدا کی تمام مخلوقات اور اس کے تمام کام فی نفسہ عجیب ہیں مگر جو روزمرہ دیکھنے و برتنے میں آتے ہیں اُن کا عجیب ہونا نہیں سمجھا جاتا بلکہ اُسی کا عجیب ہونا سمجھا جاتا ہی جو معمولی باتوں سے بڑھ کر ہو بس یہ کہنا کہ قصہ اصحاب کہف عجیب تو ہی مگر جو کہ تمام کام خدا کے عجیب ہی ہیں اس لیے اس قصے کو بالتخصیص عجیب مت سمجھو بالکل غلط اور خلاف مقصود آیت کے ہی کیونکہ آیت میں اُس کے عجیب ہونے کی نفی سے یہ مراد ہی کہ وہ ایک معمولی واقعہ ہی جو انسانوں پر گزرا ہی اُس میں تعجب کرنے کی کوئی بات نہیں۔

دوسرا استدلال کہ اور کام خدا کے اس سے بھی زیادہ تر عجیب ہیں اس لیے گو کہ وہ قصہ عجیب ہی مگر اُس کو عجیب نہ سمجھو اور بھی زیادہ مہمل اور بیمعنی ہی آیت میں اُس کے عجیب ہونے کی نفی کی گئی ہی اُس میں لفظ عجبا ہی اگر اعجبا کا لفظ ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ نفی زیادہ تر عجیب ہونے سے متعلق ہوتی اور قصہ کا فی نفسہ عجیب ہونا باقی رہتا مگر جب کہ عجیب ہونے کی ہی نفی ہی تو بجز اس کے کہ وہ ایک عام واقعہ ہو جو دنیا میں ہوتے ہیں اور کوئی صفت تعجب اُس میں باقی نہیں رہتی۔ بلاشبہ خدا تعالیٰ کی تمام نشانیاں اور اُس کی تمام مخلوقات آسمان و زمین انسان و حیوان چیونٹیاں اور بھنگے سب عجیب ہیں لیکن باعتبار نفس خلقت کے فی نفسہ عجیب ہونا دوسری چیز ہی۔ جو امور کہ موافق عادت کے ہوتے ہیں گو وہ فی نفسہ عجیب ہوں مگر عادت کے موافق ہونے پر اُن سے کوئی متعجب نہیں ہوتا تعجب جب ہی ہوتا ہی جب کوئی چیز خلاف عادت وقوع میں آوے۔ پس یہ آیت جو تعجب کی نفی پر دلالت کرتی ہی وہ اُسی تعجب کی نفی کرتی ہی جو کسی امر کے خلاف عادت ظہور میں آنیسے

ہوتا ہی۔ حاصل یہ ہی کہ اصحاب کہف میں کوئی بات تعجب کرنے کے لائق نہیں ہی اُن پر کوئی واقعہ خلاف عادت جس سے تعجب ہو جیسا کہ لوگوں نے مشہور کر رکھا ہی نہیں گزرا وہ مثل اور انسانوں کے انسان تھے اور جیسے واقعات انسانوں پر گزرتے ہیں ویسے ہی اُن پر بھی گزرے تھے کوئی امر خلاف عادت جو تعجب انگیز ہو نہیں ہوا۔

اب یہ امر قابل غور ہی کہ قرآن مجید میں اس قصے کو دو ٹکڑے کرکے بیان کیا ہی پہلی دفعہ بہت ہی مختصر طور پر اُس کو کہدیا ہی اور صرف وہی خاص مقام بیان کیا ہے جس کے سبب وہ قصہ عجیب ہو جاتا ہی اور پہلی آیت میں اُس کے عجیب ہونے کی نفی کی تھی اور اُس کے ساتھ کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہی جو اس قصے کے واقعی ہونے پر اشارہ کرتا ہو۔

برخلاف اس کے جہاں پر قصہ شروع کیا ہی اُس کی ابتدا میں فرمایا[۱] ہی کہ ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر اُن کا ٹھیک واقعی قصہ۔ پس پہلے بیان کی نسبت جو خدا تعالی نے اُس کا بیان کرنا اپنی طرف نسبت نہیں کیا اور دوسرے بیان کو حق بتایا اور اپنی طرف نسبت کیا اس کے لیے کوئی وجہ ہونی چاہیے۔

تفسیر[۲] کبیر میں لکھا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اُن کے قصے کا ایک ٹکڑا بیان کیا پھر فرمایا کہ ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر اُن کا ٹھیک یعنی سچا قصہ۔ مگر صاحب تفسیر کبیر نے بھی کوئی وجہ نہیں بیان کی کہ ان دونوں بیانوں میں کیوں اس طرح تفرقہ کی ہی مگر یہ لفظ صاف اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ پہلے جس قدر بیان ہوا وہ قصہ وہ نہیں ہی جس کے بتانیکا

---

[۱] نحن نقص علیک نبأهم بالحق (سورہ کہف) [۲] اعلم انه تعالی ذکر من قبل جملة من واقعتهم ثم قال نحن نقص علیک نبأهم بالحق ای علی وجه الصدق (تفسیر کبیر)

خدا نے ارادہ کیا تھا۔ بلکہ پہلے وہ بیان کیا ہی جو لوگوں میں مشہور تھا اور جس سے وہ قصہ عجیب ہوگیا تھا اور پھر واقعی قصہ بیان کیا ہی جس میں وہ امر تعجب انگیز نہیں ہی اور دونوں کے مقابلہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہی کہ جس امر کو لوگوں نے باعث تعجب اس قصے میں قرار دے رکھا تھا وہ واقعی نہیں ہی۔

لوگوں نے جس طرح اس قصے کو تعجب انگیز بنا لیا تھا خدا نے اُس کا اس طرح بیان کیا ہی کہ "جب[1] وہ چند جوان کہف میں آئے تو انہوں نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار ہمکو اپنے پاس سے رحمت دے اور طیار کر دے ہمارے لیے ہمارے کاموں میں بھلائی پھر ہم نے مارا اُن کے کانوں پر کہف میں گنے ہوے برسوں تک پھر ہم نے اُن کو اُٹھایا تاکہ ہم جان لیں کہ اُن دو گروہوں میں سے کونسا گروہ خوب یاد رکھنے والا ہی اُن کے رہنے کی مدت کو۔"

لوگوں نے جو اس قصے میں تعجب انگیز بات بنا لی تھی وہ یہ تھی کہ جب وہ کہف میں گئے تو بعض[2] روائتوں میں ہی کہ وہ سو رہے بعض میں ہی کہ اُن پر غشی چھا گئی محمد بن[3] اسحٰق کا قول تفسیر معالم التنزیل میں نقل کیا ہی کہ خدا نے اُن کی روحوں کو وفات دی جیسے کہ سونے میں روحوں کو وفات دیتا ہی۔ بعض روائتوں میں ہی کہ وہ مر گئے۔ پس خدا کو ایسا لفظ فرمانا تھا جو لوگوں کے ان سب خیالات پر حاوی ہو اس لیے فرمایا "فضربنا علی اذانہم۔" یعنی اُن کے کانوں کو ایسا کر دیا جس سے وہ سن نہ سکیں اور کانوں کی ایسی حالت سو جانے غشی

[1] اذ اوى الفتية الى الكهف فقالوا ربنا اٰتنا من لدنك رحمة وهيئ لنا من امرنا رشدا۔ فضربنا على اذانهم فى الكهف سنين عددا۔ ثم بعثناهم لنعلم اى الحزبين احصى لما لبثوا امدا (سورۃ کہف) [2] فضربنا قال المفسرون معناه انمناهم (تفسیر کبیر) فبينما هم على ذلك اذ ضرب الله على اذانهم النوم فى الكهف (تفسیر معالم التنزیل) [3] قد توفى ارواحهم وفاة النوم (معالم التنزیل)

آجانے سے مرجانے سے ہر حالت میں ہوجاتی ہے۔ پس اُن لوگوں کے خیالات پر جامع ہونے کو اس سے بہتر کوئی لفظ نہ تھا۔

پھر فرمایا "سنین عددا ثم بعثناھم" لوگ کہتے تھے کہ ان کی یہ حالت تین سَو برس۔ تین سو نو برس اور بعض تاریخوں کے حساب سے دو سو برس یا دو سو چالیس برس تک رہی ان اختلافات مدت کے لیے کوئی لفظ "سنین عددا" سے زیادہ جامع نہیں ہوسکتا تھا۔

پھر لفظ بعثنا بھی ایسا ہی جامع ہے کہ جو لوگ اُن کو سوتا ہوا سمجھتے تھے تو سونے سے اُٹھنے پر بھی بعث کے لفظ کا اطلاق ہوسکتا تھا۔ غش سے افاقہ ہونے پر بھی اطلاق ہوسکتا تھا۔ اور مردہ ہو کر زندہ ہونے پر بھی اُس کا اطلاق ہوسکتا تھا۔ اور یہ لفظ لوگوں کے تمام خیالات کے جامع تھے۔

ضرب علی الاذن اور بعث کو خدا نے اس مقام پر اپنی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے "فضربنا علی اذانہم۔ ثم بعثناہم" اس کا سبب یہ ہے کہ وہ لوگ بھی جنھوں نے اس قصے کو عجیب بنایا تھا اور وہی روائتیں چلی آتی تھیں وہ بھی اُن کا سُلانا یا غش میں ڈالنا یا مردہ کر دینا اور پھر اُٹھانا یا جلانا خدا ہی کی طرف منسوب کرتے تھے اس لیے اس مقام پر بھی خدا نے اسکو اپنی طرف منسوب شدہ بتایا۔

پس جو عجیب چیز اس قصے میں بنائی گئی تھی وہ اصحاب کہف کا اس قدر مدت دراز تک سوتے رہنا یا غش میں پڑے رہنا یا مرے ہوئے ہو کر پھر زندہ ہونا تھا۔ جبکہ خدا تعالیٰ نے پہلی آیت میں اس قصے کے عجیب ہونے کی نفی کی تھی تو اُس سے اُن کے اس قدر مدت تک سوتے رہنے یا غش میں پڑے رہنے یا مردہ رہکر زندہ ہونیکی

نفی لازم آتی ہے۔

اس کی تائید خود قرآن مجید کی اگلی آیتوں سے ہوتی ہے جہاں سے خدا تعالیٰ نے خود اُن کا واقعی اور سچا قصہ بیان کرنا شروع کیا ہے اور جس میں اُن کے اس قدر زمانہ دراز تک سوتے رہتے یا غش میں پڑے رہنے کا مردہ رہنے کا مطلق ذکر نہیں ہے نتیجہ اس بحث کا یہ ہے کہ یہ جو لوگوں میں مشہور تھا کہ اصحاب کہف اس قدر مدت دراز تک سو کر یا غش میں پڑے رہ کر اُٹھے یا مردہ رہ کر زندہ ہوئے صحیح نہیں نہ تھا۔

اب خدا تعالیٰ صحیح قصہ اصحاب کہف کا بتلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ "ہم بیان[1] کرتے ہیں تجھ پر اُن کا سچا قصہ وہاں وہ چند جوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور ہم نے اُن کو زیادہ ہدایت کی تھی اور مضبوط کر دیا تھا اُن کے دلوں کو جبکہ وہ کھڑے ہوئے (یعنی جابر اور بت پرست بادشاہ کے سامنے جو بت پرستی پر اُن کو مجبور کرتا تھا) اُنھوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے ہم اُس کے سوا کسی اور کو خدا نہیں پکارتے اور جب ہم نے ایسا کہا (یعنی کسی دوسرے کو خدا کہا) تو ہم نے بیہودہ بات کہی۔ اس کے بعد اُنھوں نے آپس میں کہا کہ "ہماری[2] اس قوم نے اللہ کے سوا خدا ٹھہرائے ہیں کیوں نہیں لاتے اُن کے خدا ہونے پر صاف دلیل۔ پھر کون شخص زیادہ ظالم ہے اس سے

---

[1] نحن نقص علیک نبأھم بالحق انھم فتیۃ اٰمنوا بربھم وزدناھم ھدی وربطنا علی قلوبھم اذ قاموا فقالوا ربنا رب السموٰت والارض لن ندعوا من دونہ الٰھا لقد قلنا اذا شططا (سورہ کہف)

[2] ھؤلاء قومنا اتخذوا من دونہ اٰلھۃ لولا یاتون علیھم بسلطن بین فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا واذ اعتزلتموھم وما یعبدون الا اللہ فاووا الی الکھف ینشر لکم ربکم من رحمتہ ویھیئ لکم من امرکم مرفقا (سورہ کہف)

[3] وتری الشمس اذا طلعت تزاور عن کھفھم ذات الیمین واذا غربت تقرضھم ذات الشمال وھم فی فجوۃ منہ (سورہ کہف)

جس نے بہتان باندہا خدا پر جھوٹ اور جب تم اُن سے الگ ہو جاؤ اور اس سے جس کی وہ عبادت کرتے ہیں اللہ کے سوا تو چل رہو کہف میں تا کہ وسیع کر دیوے تمہارے لیے تمہارا پروردگار اپنی رحمت کو اور طیار کرے تمہارے لیے تمہارے کاموں میں آرام کا ذریعہ

اب خدا تعالیٰ اس کہف کا حال بتاتا ہی جس میں اصحاب کہف جا کر رہے تھے کہ ”تو دیکھے آفتاب کو جب وہ طلوع کرے تو وہ اُنکے کہف سے دائیں جانب کو مائل ہوگا اور جب غروب کرے تو اُن کو کاٹتا ہوا بائیں طرف کو جاوے گا اور وہ کہف کی کشادگی میں ہیں“ اس بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ اُن کے کہف کا مُونھ جانب شمال تھا۔ اور لوگوں نے بھی اُس کے مونھ کو جانب بنات النعش کہا ہی جو آسمان پر جانب شمال چند کواکب ہیں پس اب تم اپنا مونھ جانب شمال کرو تو مشرق تمہارے دائیں ہات کو ہوگی اور مغرب بائیں ہات کو اور سورج جو مشرق سے نکلیگا تمہارے اوپر ہوتا ہوا یعنی تم گویا تمہارے مقام سکونت کو کاٹتا ہوا تمہارے بائیں ہات کی طرف غرب کو چلا جاوے گا۔ یہ حال خدا نے اس لیے بیان کیا تاکہ سمجھ میں اوے کہ اُس کہف یعنی پہاڑ کی کھوہ میں بالکل اندہیرا تھا اور سورج کی روشنی کسی طرح نہیں جا سکتی تھی۔

پہاڑ میں جو اس قسم کی کھوہ ہوتی ہی وہ دور تک لمبی اور تنگ چلی جاتی ہی اور کسی مقام پر چوڑی ہو جاتی ہی۔ اُسی چوڑی جگہ پر خدا نے فرمایا ہی کہ ”وھم فی فجوۃ منہ“ یعنی اصحاب کہف اُس کھوہ کی چوڑی جگہ میں تھے۔

اس کے بعد خدا فرماتا ہی کہ ”یہ[1] ہی اللہ کی نشانیوں میں سے جس کو خدا ہدایت کرے وہی ہدایت پانے والا ہی اور جس کو گمراہ کرے پھر تو اُسکا کوئی دوست راہ بتانیوالا نہیں پاویگا۔

[1] ذالک من آیات اللہ من یھد اللہ فھو المھتد ومن یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا (سورہ کہف)

اگر کوئی یہ سمجھے کہ خدا تعالیٰ نے اصحاب کہف کو یا اُس پہاڑ کی کھوہ کو یا اصحاب کہف کے وہاں جا کر رہنے کو اللہ کی نشانیوں میں سے قرار دیا ہی تو یہ محض غلطی ہو گی کیونکہ اُس کے آگے جو الفاظ ہیں کہ من یھد اللہ فھو المھتد ومن یضلل فلن تجد لہ سبیلا وہ صاف بتاتے ہیں کہ اصحاب کہف جو اپنے ایمان پر اور خدا پرستی پر مستحکم رہے اور خدا نے نہایت سختی اور جبر میں بھی جو بت پرست بادشاہ کی طرف سے بتوں کے پوجنے پر ہوتے تھے اُنکی دلوں کو مضبوط رکھا اُس کی نسبت خدا نے فرمایا ذالک من آیات اللہ

اب خدا تعالیٰ اصحاب کہف کی حالت بیان کرتا ہی کہ تو اُنلہ کو (یعنی اگر دیکھے تو) گمان کرے کہ وہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ سوتے ہیں اور ہم اُن کو دائیں کروٹ اور بائیں کروٹ پر بدل دیتے ہیں اور اُن کا کُتا کھوہ کے دہانے پر ہات پھیلائے ہوئے بیٹھا ہی۔

خدا تعالےٰ نے اس سے پہلے اصحاب کہف کا پہاڑ کی کھوہ میں جانا بیان کیا ہی اس کے بعد اس کھوہ کی حالت بیان کی ہی اور اب اصحاب کہف کی حالت بیان فرمائی ہی پس یہ حالت اسی وقت کی ہی جبکہ اصحاب کہف کھوہ میں گئے تھے نہ زمانہ موجودہ کی یا اُس کے کسی زمانہ ممتد کے بعد کی۔ تحسبھم ایقاظا کی نسبت مفسروں نے بہت سی بے اصل باتیں لکھی ہیں۔ الا قرآن مجید سے جو اُس کی وجہ پائی جاتی ہی وہ صرف خدا کا یہ فرمانا ہے کہ نقلبھم ذات الیمین وذات الشمال اور یہی بات سچ ہی وہ پتھریلی کھوہ میں جا کر سوئے تھے اور اُس کے سبب سے گھڑی گھڑی کروٹیں بدلتے ہونگے اور اُن کی اس تکلیف کو خدا نے اس طرح پر ظاہر فرمایا ہی۔

لہ وتحسبھم ایقاظا وھم رقود ونقلبھم ذات الیمین وذات الشمال وکلبھم باسط ذراعیہ بالوصید (سورہ کہف)

اس کے بعد خدا تعالے اُس وحشت اور خوفناک حالت کو جس میں اصحاب کہف پہاڑ کی کھوہ میں جا کر چھپنے سے مبتلا ہوئے تھے بتاتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر تو اُن کو دیکھتا تو اُن سے اُلٹا بھاگتا اور تجھ پر اُن سے رعب چھا جاتا۔ مفسرین نے اس آیت کی نسبت بھی بہت سی افواہی اور بے سند روائتیں لکھی ہیں۔ اور اُن کی اس حالت کو زمانہ ممند مابعد کی حالت قرار دیا ہے۔ حالانکہ جس طرح خدا تعالیٰ نے اصحاب کہف کی اُس وقت کی حالت کو جب وہ پہاڑ کی کھوہ میں گئے تھے بیان کیا ہے اسی طرح اُسی وقت کی اُن کی وحشت انگیز حالت کو ظاہر فرمایا ہے۔

قرآن مجید کا سیاق کلام یہی ہے کہ جب کسی گذشتہ واقعہ پر متنبہ کرنا یا توجہ دلانا چاہتا ہے تو گزشتہ واقعہ کو موجود قرار دیکر خطاب کے لفظوں سے مخاطب کرتا ہے جیسے کہ الم تر کیف فعل ربک باصحٰب الفیل۔

پہاڑ کی کھوہ فی نفسہ ایک وحشتناک جگہ ہوتی ہے ۱۸۶۹ء میں جبکہ میں لندن میں تھا تو ایک دوست سے ملنے برسٹل میں گیا جو ایک خوبصورت شہر ہے اُس کے قریب سمندر کی کھاری کے کنارے پر ایک چھوٹا سا پہاڑ کا ٹیبہ ہے اُس میں ایک کھوہ ہے جس میں کسی اگلے زمانے میں کوئی ہرمٹ یعنی عیسائی درویش رہتا تھا میں اُس کھوہ کو دیکھنے گیا غالباً وہ کچھ بہت بڑی نہ تھی کئی سو فٹ کی لمبی ہوگی۔ مگر ایسی تنگ و تاریک تھی کہ کوئی چیز یہانتک کہ پاس کا آدمی بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جو شخص اُس کے دکھانے کو ہمارے ساتھ تھا مہربانی سے روشنی لایا کہ ہم روشنی کے ذریعے سے اُس میں جاویں۔ قریباً نصف راستہ ہم نے طے کیا ہوگا کہ اس زور سے اور عجیب نفرت انگیز آواز سے ہوا آنی شروع

---

لہ لو اطلعت علیہم لولیت منہم فرارا ولملئت منہم رعبا (سورہ کہف)

ہوئی جس نے ہمکو پریشان کر دیا اور جو روشنی ہمارے ساتھ تھی وہ گل ہو گئی ہم آگے نہ گئے اور واپس چلے آئے معلوم ہوا کہ اُس کھوہ میں سمندر کی جانب کوئی سوراخ یا موکھا ہے جس میں سے یہ شدید ہوا آتی ہے۔ جو شخص ہمارے ساتھ تھا اُس نے بیان کیا کہ تھوڑی دور آگے قریباً ڈھائی گز چوڑی ایک جگہ ہے اُس میں ہر سٹ رہتا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسی قسم کی جگہ پر سورہ کہف میں خدا تعالیٰ نے وھم فی فجوۃ منہ کا اطلاق کیا ہے۔

یہاں تک صرف اس قدر بات قرآن مجید سے پائی گئی کہ اصحاب کہف اُس بت پرست بادشاہ کے خوف سے بھاگے اور پریشانی کی حالت میں ایک وحشت انگیز جگہ میں جو پہاڑ کی تنگ و تاریک کھوہ تھی جا کر چھپے اور وہاں سو رہے پھر خدا نے اُن کو جگایا یعنی وہ جاگے چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے " اور اسی طرح ہم نے اُن کو اُٹھایا تاکہ وہ آپس میں پوچھیں۔ اُن میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم کتنا سوئے اُنھوں نے کہا ایک دن سوئے یا ایک دن سے کچھ کم وہ بولے کہ تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم کتنا سوئے

پہاڑ کی کھوہ جس میں وہ جا کر چھپے تھے نہایت اندھیری تھی سورج کی روشنی اُس میں نہیں پہنچتی تھی یہ ایک معمولی بات تھی کہ جب وہ سو کر اُٹھے تو پوچھا کہ کس قدر سوئے اُس اندھیری کھوہ میں کسی نے کہا دن بھر یا کچھ کم سوئے جو کہ وہ لوگ بسبب اندھیری کے ٹھیک اندازہ نہیں کر سکتے تھے اُنھوں نے کہا خدا معلوم کتنا سوئے

یہ اُن کا سونا اور جاگنا پہاڑ کی کھوہ میں جانے کے بعد ایک معمولی زمانے تک سو کر جاگنا تھا اور کوئی عجیب بات اُس میں نہ تھی اور نہ قرآن مجید میں اس مقام پر یعنی اس قصے میں جس کی نسبت خدا نے فرمایا نحن نقص علیک نبأھم بالحق کوئی اشارہ اس بات کا

له وکذلک بعثناھم لیتسائلوا بینھم قال قائل منھم کم لبثتم قالوا لبثنا یوما او بعض یوم قالوا ربکم اعلم بما لبثتم (سورہ کہف)

ہی کہ اُن کا سوتے رہنا زمانہ طویل غیر عادی اور غیر قیاسی اور غیر طبعی تک ہوا تھا۔ بلکہ تمام سیاق سے پایا جاتا ہی کہ وہ کھوہ میں چھپے وہاں سو رہے اور معمولی قاعدہ پر اُٹھے آپس میں پوچھنے لگے کہ کتنا سوئے۔

بعض مفسرین نے استدلال کیا ہی کہ ہرگاہ اُن کے اُٹھنے کی علت یہ بیان ہوئی ہی کہ وہ آپس میں سوال کریں کہ کتنا سوئے تو زمانہ نوم میں ضرور کوئی ندرت ہو گی اور اُس ندرت کو نوم زمانہ طویل قرار دیا ہی۔ مگر یہ اُن کی محض غلطی ہی ایک امر کے بعد دوسرے امر کو جو اُس کے متصل واقع ہوا ہو لام کے ساتھ بیان کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا امر اُس کی علت ہو۔ قرآن مجید کا سیاق کلام ایسا ہی ہی کہ ایک واقعہ کے بعد جو دوسرا واقعہ ہوتا ہی اُس کو لام کے ساتھ بیان کیا جاتا ہی جس سے محض تعقیب مراد ہی نہ علت چنانچہ قرآن مجید میں بہت جگہ جس پر لام آیا ہی وہ ہرگز اپنے ماقبل کی علت نہیں ہی۔ اسی سورہ میں خدا نے فرمایا ہی ثم بعثناھم لنعلم ای الحزبین احصی لما لبثوا پس خدا کا علم اُن کے زمانہ نوم کی نسبت اُن کے اُٹھنے کا معلول نہ تھا۔ اس کے سوا اور بہت سے مقام قرآن مجید میں اس سے زیادہ صاف طور پر آئے ہیں جہاں خدا نے فرمایا ہی وما جعلنا القبلة التی کنت علیھا الا لنعلم من یتبع الرسول اور جہاں فرمایا ہی۔ وما کان له علیھم من سلطان الا لنعلم من یومن بالاخرہ اور جہاں فرمایا ہی فالتقطہ آل فرعون لیکون لھم عدوا وحزنا۔ پس جبکہ اُن کے جگانے کی علت اُن کا باہم سوال کرنا نہ تھا جو دلیل ندرت زمانہ نوم کے اُن مفسرین نے سمجھی تھی گو وہ کیسی ہی لغو اور مہمل تھی مگر وہ باطل ہو جاتی ہی۔ یہ امر بھی انسانوں میں بہت واقع ہوتا ہی کہ سو کر اُٹھنے کے بعد پوچھتے ہیں کہ کتنا سوئے اور کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ اُن کے جاگنے کی علت سونے کی مدت کا سوال کرنا تھی۔

اصل یہ ہو کہ تمام مفسرین اور روایت گڑھنے والوں کو اس وجہ سے غلطی پڑی ہو کہ ابتدا میں یعنی جس مقام پر خدا نے لوگوں کی غلط افواہ اور غلط تعجب کا ذکر کرتے وقت اُن کا قول نقل کیا تھا کہ فضربنا علی اٰذانھم فی الکھف سنین عددا ثم بعثنا ھم اور سنین عددا سے زمانہ ممتد مقصود تھا اُسی پر اُنھوں نے سمجھ لیا کہ کئی سو برس سونے کے بعد اُٹھے ہوں گے حالانکہ اس واقعی اور صحیح قصے میں خدا تعالیٰ نے انکا سونا اور پھر جاگنا مسلسل طور پر کھوہ میں جانے کے بعد بیان کیا ہی۔

شروع قصے میں خود خدا تعالیٰ نے قصے کے عجیب ہونیکی نفی کردی تھی اور اُس کا عجیب ہونا صرف مدت دراز تک سوئے رہنے سے تھا اس صحیح اور واقعی قصے میں خدا تعالیٰ نے اُن کا زمانہ دراز تک سوے رہنے کا ذکر نہیں فرمایا پس اس مقام پر بھی اُس غلط شہرت کو داخل کرنا صریح غلطی ہی۔

جب وہ اُٹھے تو انھوں نے کہا کہ بھیجو[لہ] اپنے میں سے ایک کو اپنے پاس سے چاندی کا یہ سکہ دیکر شہر کو تاکہ دیکھے کہ کونسا اچھا کھانا ملتا ہی اور اُس میں سے تمھارے لیے کھانا لادے اور جلدی آوے اور کسی کو تمھاری خبر نہ کرے بیشک اگر وہ تم پر چڑھ آوینگے تو پتھر مار کر مار ڈالیں گے یا تم کو اپنے مذہب میں پھیر لیں گے اور اُس وقت تم کبھی فلاح نہیں پاؤ نگے۔

اس کی تصریح قرآن مجید میں نہیں کہ وہ صرف ایک ہی دفعہ کھانا لینے گیا یا اسی طرح متعدد دنوں تک کھانا لایا کرتا تھا۔ مگر تفسیر معالم التنزیل میں محمد بن اسحٰق کی روایت

---

لہ فابعثوا احدکم بورقکم ھذہ الی المدینۃ فلینظر ایھا ازکی طعاما فلیاتکم برزق منہ ولیتلطف ولا یشعرن بکم احدا انھم ان یظھروا علیکم یرجموکم او یعیدوکم فی ملتھم ولن تفلحوا اذا ابدا (کہف)

لکھی ہو کہ فلبثوا بذلک ما لبثوا یعنی وہ اسی طرح کرتے تھے جب تک کہ وہ کرتے رہے اور اس سے معلوم ہوتا ہو کہ ایک عرصہ تک وہ اسی طرح اپنا کھانا شہر سے منگاتے رہے۔

اُس کے بعد خدا فرماتا ہو کہ " اس طرح ہم نے لوگوں کو ان کی خبر کردی۔ مگر اسکے بعد خدا نے یہ نہ بتایا کہ ان لوگوں نے اُن کی خبر پا کر اُن کے ساتھ کیا کیا مگر یہ فرمایا تاکہ وہ جان لیں کہ بیشک وعدہ اللہ کا سچا ہو اور بیشک قیامت آنے والی ہو اسمیں کچھ شک نہیں۔

اس مقام پر جو بحث ہو وہ یہ ہو کہ یعلموا میں جو ضمیر ہو اُس کا مرجع کون ہیں۔ عموماً مفسرین عام لوگوں کی طرف جن کو اُن کی خبر ہوگئی تھی اس کا مرجع بیان کرتے ہیں مگر لوگونکو اُن کی خبر ہو جانے سے کہ وہ پہاڑ کی کھوہ میں چھپے ہوے ہیں اور ان وعد اللہ حق وان الساعۃ لاریب فیہا سے کیا تعلق ہو۔

اگر کہا جاوے کہ اُن کی خبر ملنے کا واقعہ اُس وقت کا ہو جبکہ وہ ایک مدت دراز تک سو کر اُٹھے تھے تو اول تو اُن کے مدت دراز تک سوتے رہنے کی نفی ہو چکی اور اگر بالفرض تسلیم کیا جاوے تو بھی ایک مدت تک گو کہ وہ کتنی ہی دراز ہو سو کر اُٹھنے سے اس بات کا کہ وعد اللہ حق وان الساعۃ لاریب فیہا کیا ثبوت ہو سکتا ہو

اور اگر بالفرض وہ اُس کھوہ میں مر گئے ہوں جیسے کہ بعض مورخین کا قول ہے اور تین سو برس بعد پھر زندہ ہوے ہوں اور ان کے دوبارہ زندہ ہونے کے بعد لوگوں کو خبر ہوئی ہو تو بھی ان کا دوبارہ زندہ ہونا کسی نے نہیں دیکھا تو پھر کیونکر ان لوگوں کو جنھوں نے اُن کی خبر سُنی تھی قیامت یعنی حشر اجساد پر یقین ہو سکتا تھا۔

کچھ شبہ نہیں ہو کہ ضمیر یعلموا کی خود اصحاب کہف کی طرف راجع ہو کہ جب اُن کو

---

لہ وکذلک اعثرنا علیہم لیعلموا ان وعد اللہ حق وان الساعۃ لاریب فیہا (سورۂ کہف)

معلوم ہوا کہ لوگوں کو اُن کی خبر ہو گئی تو اُن کو یقین ہوا کہ اب وہ مارے جائینگے۔ پس خدا کا یہ فرمانا کہ لیعلموا ان وعد اللہ حق وان الساعۃ لاریب فیہا اشارہ اس بات کا ہی کہ وہ مارے گئے کیونکہ اس بات کا جاننا کہ وعد اللہ حقٌ جیسا کہ موت سے ہوتا ہی اور طرح پر نہیں ہو سکتا۔ قال اللہ تعالیٰ والذین امنوا وعملوا الصلحت سندخلہم جنات تجری من تحتہا الانہار خلدین فیہا ابدا وعد اللہ حقا ومن اصدق من اللہ قیلا۔

پس جن مورخین کا یہ قول ہی کہ جب اُس بت پرست بادشاہ کو ان کے پہاڑ کی کھوہ میں چھپے ہونے کی خبر ہوئی تو اُس نے اُس کھوہ کا مونھ بند کرا دیا۔ تاکہ وہ بھوکے اور پیاسے اُس میں مرجاویں اور وہ کھوہ اُن کے لیے بمنزلہ قبر کے ہو جاوے چنانچہ وہیں مر گئے بہت صحیح اور درست معلوم ہوتا ہی اور قرآن مجید سے اسی کی تائید ہوتی ہی۔

مذکورۂ بالا واقعہ کے کئی سو برس بعد پہاڑ کی کھوہ کا مونھ جو بند کر دیا گیا تھا کھل گیا اور اُس کھوہ میں اُن کی لاشیں جو صرف ہڈیاں باقی تھیں معلوم ہوئیں اور ضرور کھوہ کے اندر بموجب قواعد علم مناظر کے پوری لاشیں دکھائی دیتی ہوں گی اُس وقت لوگوں نے اُن کی زیارت کی اور جیسے کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہی کہ " اُس وقت[1] آپس میں اُن کے باب میں جھگڑا کرنے لگے۔ پھر اُنھوں نے کہا کہ اُن کے اوپر کوئی مکان یعنی مقبرہ بناؤ وُن کا خدا اُن کے حال کو بخوبی جانتا ہی

اُن لوگوں نے جو اُن کہنے والوں کے کام پر غلبہ رکھتے تھے یعنی حاکم یا پادری اُنھوں نے کہا کہ اُن کو قرار دینگے مسجد یعنی عبادت گاہ۔ چنانچہ بعض انگریزی کتابوں میں جنمیں یہ قصہ بیان ہوا ہی لکھا ہی کہ ان کی ہڈیاں ایک بڑے پتھر کے صندوق میں بند کرکے مارسلیس کو

[1] اذ یتنازعون بینہم امرہم فقالوا ابنوا علیہم بنیانا ربہم اعلم بہم قال الذین غلبوا علی امرہم لنتخذن علیہم مسجدا

بھیجی گئی تھیں اور سینٹ وکیٹر کے گرجا میں موجود ہیں۔

اس بات میں کہ اصحاب کہف کتنے آدمی تھے لوگ مختلف تھے چنانچہ خدا فرماتا ہے[1] کہ کہیں گے (یعنی جب تُو ان سے پوچھے) کہ تین تھے اُن میں چوتھا اُن کا کُتّا تھا اور کہیں گے پانچ تھے اور ان میں چھٹا اُن کا کتا تھا بن نشانہ دیکھے پتھر مارتے ہیں اور کہیں گے سات تھے اور ان میں آٹھواں اُنکا کتا تھا تو کہدے اے پیغمبر کہ میرا پروردگار خوب جانتا ہے اُن کی تعداد کو اُن کو نہیں جانتے مگر تھوڑے۔ پھر تو اُن سے اُن کے باب میں جھگڑا مت کر سوائے ظاہری بات چیت کے اور نہ اُن کے باب میں اُن میں سے کسی ایک سے کچھ پوچھ اور تو کبھی نہ کہنا کسی چیز کے لیے کہ میں اُس کو کل کروں گا بغیر خدا چاہے کہے۔ اور یاد کر اپنے پروردگار کو جب تو بھول جاوے اور کہدے کہ شاید ہدایت کرے مجھ کو میرا پروردگار اس سے بھی قریب زیادہ ٹھیک بات کی۔

اس کے بعد کی آیت میں جو لفظ ولبثوا کا ہی اُس کا عطف یقولن پر ہی جو اُس کی پہلی آیت میں ہی یعنی کہیں گے کہ[2] "وہ رہے پہاڑ کی کھوہ میں تین سو برس اور اُنھوں نے زیادہ کیے (یعنی اُسپر) نو برس تو کہدے کہ خدا خوب جانتا ہی کہ کتنی مدت وہ رہے اُسی کے لیے ہی آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی باتوں کا جاننا خوب دیکھنے والا ہی اُس کا یعنی غیب کا اور خوب سُننے والا اُس کے سوا اُن کے لیے کوئی دوست نہیں ہی اور وہ شریک نہیں کرتا

[1] سیقولون ثلثة رابعهم کلبهم ویقولون خمسة سادسهم کلبهم رجما بالغیب ویقولون سبعة وثامنهم کلبهم قل ربی اعلم بعدتهم ما یعلمهم الا قلیل فلا تمار فیهم الا مراء ظاهرا ولا تستفت فیهم منهم احدا ولا تقولن لشیء انی فاعل ذلک غدا الا ان یشاء الله واذکر ربک اذا نسیت وقل عسی ان یهدین ربی لاقرب من هذا رشدا (سورہ کہف)

[2] ولبثوا فی کهفهم ثلثمائة سنین وازدادوا تسعا قل الله اعلم بما لبثوا له غیب السموت والارض ابصر به واسمع ما لهم من دونه من ولی ولا یشرک فی حکمه احدا (سورہ کہف)

اپنے حکم میں کسی کو۔

اس آیت سے ظاہر ہی کہ اصحاب کہف کسی مدت تک پہاڑ کی کھوہ میں رہے اور اس کہنے سے لازم آتا ہی کہ وہ کسی مدت کے بعد پہاڑ کی کھوہ میں سے نکلے مگر کوئی مورخ اس بات کو نہیں کہتا کہ وہ کسی زمانہ میں پہاڑ کی کھوہ میں سے زندہ نکل کر کہیں رہے ہوں اور نہ کسی روایت میں ایسا بیان ہوا ہی پس جس مدت کا اس آیت میں ذکر ہی اُس سے وہی مدت مراد ہی جو اُن کے پہاڑ کی کھوہ میں جانے اور اُن کی ہڈیوں کو اُس میں سے نکالنے میں گزرا بیشک اس زمانے کی مدت ٹھیک معلوم نہیں ہی لیکن جہاں تک کہ تاریخ سے معلوم ہو سکتا تھا اُس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

یہ ہی صحیح قصہ اصحاب کہف کا۔ بعض لوگوں کو جہاں کہیں پرانی لاشیں برآمد ہوئی ہیں شبہ پڑا ہی کہ یہ لاشیں اصحاب کہف کی ہیں معجم البلدان میں یاقوت حموی نے ایک قصہ لکھا ہی کہ واثق باللہ نے محمد بن موسی نجومی کو روم میں بھیجا کہ وہ اصحاب کہف کو دیکھے اور وہ روم کے ایک شہر میں گیا وہاں ایک چھوٹا سا پہاڑ تھا کہ اُس کا گھیر نیچے سے ہزار گز سے کچھ کم تھا اور زمین سے ملی ہوئی اُس میں ایک سرنگ تھی وہ اُس میں گیا اور وہ تین سو قدم نیچے چلا گیا وہاں پہنچکر اُس کو ایک مکان جو ستونوں پر بنایا ہوا تھا اور ستون بھی پہاڑ ہی میں سے کھودے ہوئے تھے اور اُس میں کئی کوٹھریاں تھیں ایک کوٹھری کی کرسی آدمی کے قد کے برابر اونچی تھی اور اُسپر ایک پتھر کا دروازہ تھا وہاں ایک آدمی متعین تھا وہ ان لاشوں کے دیکھنے اور تلاش کرنے کو منع کرتا تھا اور ڈراتا تھا کہ کچھ آفت لگجاویگی منجم نے اُس کے منع کرنے کو نہ مانا اور نہایت مشکل اور دقت سے اُس کے اوپر چڑھا وہاں اُس نے لاشیں دیکھیں جو صبر اور مُر اور کافور سے لیپ کی ہوئی رکھی تھیں۔

ایک اور قصہ ہی کہ بلقا میں بہ اطراف دمشق ایک جگہ عمان کے قریب ہی لوگ کہتے ہیں کہ وہ جگہ اصحاب کہف والرقیم ہی۔

اور ایک یہ قصہ ہی کہ اندلس کے جنگل میں ایک جگہ ہی جس کو جنان الورد کہتے ہیں اور اسی کو اصحاب الکہف والرقیم کی جگہ بلاتے ہیں۔ اور وہاں لاشیں ہیں کہ وہ بگڑتی نہیں۔

ایک اور قصہ ہی کہ علی بن یحییٰ اٹلی کے ملک میں ایک جگہ گیا اُس نے غار دیکھا اور اُس کے اندر تیرہ لاشیں تھیں اور یہ خیال کیا کہ سات لاشیں تو اصحاب کہف کی ہیں اور باقی لاشیں اہل روم نے اپنے بزرگوں کی صبر اور دوا میں لٹ کر رکھ دی ہیں۔

عبادہ بن صلت سے روایت ہی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے پہلے سال خلافت میں اُس کو روم میں بھیجا۔ قریب قسطنطینہ کے اس نے ایک سرخ رنگ کا پہاڑ دیکھا اور لوگوں نے کہا کہ اس میں اصحاب الکہف ہیں۔ وہاں ایک گرجا تھا گرجا کے لوگوں نے ایک سرنگ بتائی جو پہاڑ میں تھی وہ مجھ کو وہاں لے گئے اور وہاں ایک لوہے کا دروازہ لگا ہوا تھا وہ کھولا تو ہم ایک بڑے مکان میں پہنچے اُس میں تیرہ لاشیں چت رکھی ہوئی تھیں گویا کہ وہ سوتے ہیں ہم نے ان کا مونھ کھول کر دیکھا تو وہ بالکل تر و تازہ تھا جیسا کہ زندہ آدمیوں کا۔ ایک شخص کے مونھ پر تلوار کا زخم تھا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ابھی زخم لگا ہی۔ میں نے اُن لوگوں سے اُن کا حال پوچھا تو انھوں نے کہا کہ ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں کہ یہ لاشیں حضرت عیسیٰ کے مبعوث ہونے سے چار سو برس پہلے سے ہیں اور یہ سب ایک وقت میں انبیا مبعوث ہوئے تھے اس کے سوا اور کچھ ہم نہیں جانتے۔

۱۸۸۶ء میں جب ایک انگریزی کمیشن افغانی اور روسی سرحد پر مقرر کرنے کو ترکھانوں کے ملک میں گیا تو اُس وقت ایک شخص نے ایک پہاڑ کا جس کا نام اُس نے کوہ رقیم لیا ہی

قزوینی[1] نے بالتصریح بیان کیا ہی تو اس کو معلوم ہوا کہ وہ لوگ شہر سے بھاگ گئے ہیں اُس نے اُن کی تلاش شروع کی اور پہاڑ کی کھوہ میں اُن کا پتہ لگا اور اُس نے پہاڑ کی کھوہ کا مونھ بند کروا دیا تاکہ وہ اُسی میں بھوکے پیاسے مر رہیں۔

تفسیر[2] معالم التنزیل میں محمد بن اسحاق کی روایت میں بھی بالتصریح یہ امر مذکور ہی۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ پہاڑ کی کھوہ کا مونھ بند ہونے کے بعد وہ وہیں بند ہو گئے اور وہیں مر کر رہ گئے اگرچہ بعض مورخوں اور مفسروں نے لکھا ہی کہ کھوہ میں پڑے سوتے ہیں یعنی مرے نہیں ہیں۔ اور معالم التنزیل[3] میں لکھا ہی کہ خدا نے اُن کی روحوں کو وفات دی جس طرح سونے میں روحوں کو وفات دیتا ہی۔ مگر اگلے بیان سے اور اُن روایتوں سے جو بیان ہوں گی صاف ثابت ہوگا کہ درحقیقت وہ مر گئے تھے۔

اکثر مورخین[4] و مفسرین اس بابت پر متفق ہیں کہ اس واقعہ پر ایک زمانہ گزرنے کے بعد

---

[1] فلما رجع الملك اخبروه بهربهم فخرج يقفوا آثارهم حتى انتهى الى باب الكهف ووقف على مرهم فقال يكفيهم من العذاب ان ماتوا جوعا فاهلك الله دقيانوس انزل على باب الكهف صخرة (آثار الباقية قزوینی)

[2] فامر دقیانوس بالكهف (اى بعد العلم بان الفتية هربوا واختفوا فى الكهف) ان يسد عليهم وقال دعوهم كما هم فى الكهف يموتون جوعا وعطشا ويكون لهم كهفهم الذى اختاروه قبرا لهم (معالم التنزيل)

[3] وقد توفى الله ارواحهم (اى اذا سد دقيانوس باب الكهف) وفاة النوم وكلبهم باسط ذراعيه بباب الكهف فغشيهم ما غشيهم يتقلبون ذات اليمين وذات الشمال (تفسير معالم التنزيل)

[4] قال وهب فعبروا بعد ما سد عليهم باب الكهف زمانا بعد زمان ثم ان راعيا ادركه المطر عند الكهف فقال لو فتحت باب هذا الكهف وادخلت غنمى اليه من المطر فلم يزل يعالجه حتى فتح ورد الله ارواحهم من الغد حين اصبحوا (معالم التنزيل وهكذا فى كتاب آخر) وفى عهد بيندوسس القى الله فى نفس رجل من اهل ذلك البلد الذى فيه الكهف وكان اسم ذلك الرجل اولياس ان يهدم ذلك البنيان الذى على فم الكهف فيبنا به حظيرة لغنمه فاستاجر غلامين فجعلا ينزعان

اُس کھوہ کا مونھ کھولا گیا اور اصحاب کہف کا اُس کھوہ میں ہونا معلوم ہوا۔ اور شہر میں اُسکا چرچا ہوگیا اور بادشاہ اور شہر کے تمام لوگ اُس کھوہ میں اُن کے دیکھنے کو گئے۔

ابو الفرج[له] مسیحی کی تاریخ کے بموجب یہ زمانہ ساوذوسیوس قیصر الصغیر کی سلطنت کا تھا اور اصحاب کہف کے کھوہ میں جا چھپنے کے دوسو چالیس برس بعد وہ ظاہر ہوئے تھے۔

ابو الفدا[عه] اسمعیل بھی اسی بادشاہ کے زمانہ میں اصحاب کہف کا متنبہ ہونا لکھتا ہے یہ بادشاہ ۷۲۳ سکندری میں بادشاہ ہوا تھا اور ۷۷۰ سکندری میں فوت ہوا۔ اس سبب سے کہ بموجب ابو الفدا کے دقیوس جس کے زمانے میں اصحاب کہف تھے ۵۶۰ سکندری میں تھے۔ زمانہ ظاہر ہونے اصحاب کہف کا دوسو برس کے قریب ہوتا ہے نہ دوسو پچاس برس جیسا کہ ابو الفرج نے بیان کیا ہے۔

تاریخ یعقوبی[عه] میں اس بادشاہ کا نام دسیوس لکھا ہے اور صاف لکھا ہے کہ اُس کے زمانے میں اصحاب کہف جو مر گئے تھے زمانہ طویل کے بعد ظاہر ہوئے اُس میں مطلق اس بات کا اشارہ نہیں ہے کہ وہ سوئے تھے اور اُس کے زمانے میں جاگے یا مرے ہوئے تھے اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷) تلك الحجارة ويبنيان تلك الحظيرة حتى نزعا على فم الكهف وفتحا باب الكهف ۱۲ (تفسير معالم التنزيل) سله وفي هذا الزمان (اى فى عهد ساوذوسيوس قيصر الملك) انبعث اصحب الكهف من رقدتهم اللتى رقدوا على عهد ذوقيوس الملك بعد مائتين واربعين سنة بالتقريب فخرج ثاوذوسيوس الملك مع اساقفه وقسيسين وبطارقه فنظر اليهم وكلموهم فلما انصرفوا من عندهم ماتوا فى مواضعهم (مختصر الدول لابى الفرج) سله ثاوذوسيوس الثانى من كتاب ابى عيسى ملك عشرين سنة وفى ايامه غزت فارس الروم وفى ايام ثاوذوسيوس المذكور انتبه اصحب الكهف وكان موت ثاوذوسيوس المذكور فى منتصف سنة خمس وخمسين ۱۲ (تاريخ ابو الفدا) سله وفى ايامه (اى فى ايام دسيوس الملك) ظهر اصحب الكهف بعد ان كانوا ماتوا بعد

(تاریخ یعقوبی)

زندہ ہوئے بلکہ صاف لکھا ہی کہ ظاہر ہوئے یعنی اُس کھوہ میں اُن کا ہونا معلوم ہوا۔

علاوہ اس کے جتنی روائتیں ہیں سب سے یہی امر ماخوذ ہوتا ہی کہ درحقیقت اصحاب کہف جب معلوم ہوے تو وہ مرے ہوئے تھے اور مرے ہوئے رہے۔

بعض[1] تفسیر کی کتابوں میں جیسے تفسیر کبیر و مدارک و بیضاوی ہیں یہ تو لکھا ہی کہ جب بادشاہ اور لوگ انکو دیکھنے اور اُنسے ملنے کو گئے تو وہ زندہ ملے بادشاہ کو دعا بھی دی اور پھر فی الفور مر گئے اس بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ اُن کا زندہ ملنا اور بادشاہ کو دعا دینا سب ایک کہانی ہی ورنہ درحقیقت وہ مرے ہوئے تھے اور طبری اور کامل ابن اثیر اگرچہ اس بابت کے قائل ہیں کہ وہ زندہ ہوئے مگر جو روائتیں بیان کیں ہیں اُنسے صاف پایا جاتا ہے کہ کسی شخص نے جو اُن کے دیکھنے کو گئے تھے اُن کو زندہ نہیں دیکھا۔

طبری[2] کی ایک روایت میں ہی کہ وہ زندہ ہو گئے تھے مگر جب لوگ اُن کے دیکھنے کو کھف کے قریب پہنچے تو خدا نے اُن کو پھر مردہ کر دیا یا پھر سُلا دیا اور لوگ اندر جانے سے ڈر گئے اور اندر نہ جا سکے۔

دوسری[3] روایت میں طبری نے لکھا ہی کہ بادشاہ اور لوگ کھوہ میں گئے تو دیکھا کہ صرف

---

[1] ثم قال الفتية للملك نستودعك الله ونعيذك به من شر الجن والانس ثم رجعوا الى مضاجعهم وتوفى الله انفسهم (مدارك التنزيل وهكذا فى البيضاوى) وقيل ان الملك وقومه لما راوا اصحب الكهف ووقفوا على احوالهم عاد القوم الى كهفهم فاماتهم الله (تفسير كبير)

[2] قال واين اصحابك قال فى الكهف قال فانطلقوا معه حتى اتوا باب الكهف فقال دعونى ادخل على اصحابى قبلكم فلما راوه دنا منهم ضرب الله على اذنه وعلى اذانهم فجعلوا كلما دخل رجل ارعب فلم يدخلوا اليهم (طبرى وهكذا فى الكامل لابن الاثير)

[3] فقال الفتى دعونى ادخل الى اصحابى فلما ابصرهم ضرب الله على اذنه وعلى اذانهم فلما

اُن کے جسم ہیں جو کسی طرح بگڑے نہ تھے مگر اُن میں ارواح نہ تھی۔

کامل[1] ابن اثیر میں ایک اور بات زیادہ لکھی ہی کہ وہ زندہ تو ہو گئے تھے مگر اُنھوں نے دعا مانگی کہ خدا اُن کو مار ڈالے اور جو لوگ اُن کو دیکھنے آئے ہیں اُن میں سے کوئی اُن کو نہ دیکھے پس وہ فی الفور مر گئے۔

اور یہ تمام روایتیں اس بات کی مثبت ہیں کہ وہ زندہ نہ تھے اور نہ کسی نے اُن کو زندہ دیکھا۔ اصل یہ ہی کہ جب لاشیں ایسے مقام پر ہوتی ہیں جہاں ہوا کا صدمہ نہیں پہنچتا اور لاشیں اُسی طرح رکھے رکھے راکھ ہو جاتی ہیں تو وہ سوراخ میں سے ایسی ہی معلوم ہوتی ہیں کہ گویا پورے مجسم اجسام بلا کسی نقص کے رکھے ہوئے ہیں۔ اسی طرح لوگوں نے اُنکو دیکھا اور جانا کہ پوری مجسم بلا کسی نقصان کے لاشیں رکھی ہیں یا وہ لوگ سو رہے ہیں۔

۱۸۵۳ء یا ۱۸۵۴ء میں دہلی میں اسی قسم کا ایک واقعہ گزرا تھا جہاں حضرت نظام الدین کی درگاہ ہی وہاں بہت پُرانا قبرستان ہی۔ ایک اونچی جگہ پر ایک چبوترہ تھا اور اُس کے اوپر تین قبروں کے نشان تھے۔ اتفاق سے اُس چبوترے کی ایک طرف کی دیوار میں سے کچھ پتھر گر پڑے اور چھید ہو گیا کہ اندر سے قبر دکھائی دینے لگی۔ لوگوں نے اُس چھید میں سے جھانکا تو اُن کو معلوم ہوا کہ قبر بہت بڑی مثل ایک مربع کوٹھری کے ہی اور تین لاشیں بالکل سفید کفن پہنے ہوے مجسم بلا کسی نقصان کے اُن میں رکھی ہوئی ہیں۔ اس کا چرچا ہوا اور بہت آدمی اُن کے دیکھنے کو گئے اور سب نے یہی بات بیان کی۔ میرے مخدوم دوست

---

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹) استبطوہ دخل الملک ودخل الناس معہ فاذا اجساد لاینکرون منہا شئ غیر انہا لا رولح فیہا (طبری) [1] فسبقہم الی اصحابہ ودخل علی اصحابہ فاخبرہم الخبر فصلوا حینئذ مقدل رلیتہم فی الکہف و بکوا فرحا ودعوا اللہ ان یمیتہم ولا یراہم احد ممن جاءہم فما توا بساعتہم (کامل لابن اثیر)

مولوی امام بخش صاحب صہبائیؒ مرحوم کو اس قسم کی باتوں کے دریافت کا بہت شوق تھا
وہ خود اُن لاشوں کے دیکھنے کو گئے۔ اول اُنھوں نے جھانک کر دیکھا تو اُن کو بھی اُسی طرح
مجسم اور مسلم لاشیں معلوم ہوئیں۔ اُن کو تعجب ہوا۔ اُنھوں نے دیوار کے دو ایک پتھر اُو
نکال ڈالے اور اندر گھسے۔ ایک عجیب بات تو یہ دیکھی کہ قبر ایک مربع کوٹھری کے برابر بنی
ہوئی تھی اور تین لاشیں اُس میں رکھی ہوئی تھیں۔ مگر سب بوسیدہ اور راکھ کے طور پر ہو گئی
تھیں۔ لیکن چونکہ ہوا کا صدمہ کچھ نہ تھا تو جہاں اُن کے ہات رکھے ہوئے تھے وہیں اُنکے
ہات کی راکھ تھی اور جہاں سر رکھا تھا وہی سر کی راکھ تھی۔ جہاں پاؤں رکھا ہوا تھا وہیں
پاؤں کی راکھ تھی اور سب کے نشان معلوم ہوتے تھے۔ وہ لاشیں کاٹھ کے تخت پر رکھی گئی
تھیں۔ وہ تخت بھی بوسیدہ ہو کر اور گل کر زمین کے برابر ہو گیا تھا۔ مگر اُس کے نشان بھی
رکھ میں جُدا محسوس ہوتے تھے۔ انھوں نے اُنگلی سے چھوا تو معلوم ہوا کہ بالکل راکھ ہو اور
ہڈیوں اور راکھ کے سوا اور کچھ نہیں ہو۔ مگر جب سُوراخ میں سے دیکھا جاتا تھا تو وہ تمام نقش
جو راکھ میں قائم تھے بالکل مجسم اور مسلم لاشیں معلوم ہوتی تھیں۔ تم خیال کرو کہ اگر ہم ایک تصویر
کو ایک صندوق میں رکھدیں اور ایسی حکمت کریں کہ کسی قدر شعاع آفتاب کی اُس میں پہنچے
اور اُس کے پہلو میں ایک چھید کر کے اُس کو دیکھیں تو وہ تصویر بالکل مجسم معلوم ہوگی۔ پس
اس طرح سے اس قسم کی پرانی لاشیں جو کسی پہاڑ کے نل میں سے دیکھی جاتی ہیں تو وہ مسلم
معلوم ہوتی ہیں۔ اسی طرح اصحاب کہف کی لاشوں کے دیکھنے والوں کو وہ لاشیں مجسم
معلوم ہوئی ہوں گی۔ کیورس متھس کے مصنف نے لکھا ہو کہ اصحاب کہف کی ہڈیاں ایک
بڑے پتھر کے بکس میں بند کر کے مارسلیس کو بھیجی گئیں۔ جواب بھی سائنٹ وکیٹر کے گرجا میں
دکھائی جاتی ہیں۔ اِس کی تصدیق تاریخ طبری سے بھی ہوتی ہو۔ اُس میں لکھا ہو کہ قتادہ نے

روایت کی ہی کہ جب ابن عباس حبیب بن مسلمہ کے ساتھ جہاد پر گئے تو وہ کہف پر گزرے اور اُس میں کچھ ہڈیاں تھیں۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ اصحاب کہف کی ہڈیاں ہیں۔ ابن عباس نے کہا کہ ان کی ہڈیاں تو تین سو برس سے زیادہ ہوا کہ یہاں نہیں رہیں۔

بہرحال جب اُس ظالم بادشاہ نے اُس کھوہ کا مونھ بند کروا دیا تو یہ بیچارے یہیں بند ہو گئے اور مر گئے۔ ایک زمانۂ دراز کے بعد خواہ وہ زمانہ دو سو برس کا ہو یا ڈہائی سو برس کا یا تین سو برس کا یا تین سو نو برس کا کسی شخص نے اُس کھوہ کے مونھ کو کھولا[لہ] جیسا کہ اکثر روائتوں میں بیان ہوا ہی۔ اس میں بھی کچھ شک نہیں ہو سکتا کہ اُن لوگوں کے پاس جو کھوہ میں گئے تھے اُس زمانہ کے سکے کے رُوپے موجود تھے اور جس شخص نے اُس کا مونھ کھولا تھا اُس نے وہ رُوپے پائے ہونگے اور جب بازار میں لیگیا لوگوں نے چرچا کیا ہوگا کہ اُسنے خزانہ پایا ہی۔ حاکم تک اُس کو پکڑ کر لے گئے ہوں گے اور اُس نے تمام قصہ پہاڑ کی کھوہ میں لاشوں کے ہونے کا اور وہاں سے روپیہ ملنے کا بیان کیا ہوگا اُس پر وہاں کے حاکم اور شہر کے لوگ اُن کے دیکھنے کو آئے اور جانا کہ یہ اُن لوگوں کی لاشیں ہیں جو دقیوس قیصر کے ظلم سے بھاگے تھے۔

راویوں[کہ] اور لوگوں نے اس اصلی واقعہ کو اس طرح پر بنا لیا کہ اصحاب کہف کئی سو برس بعد

(نوٹ صفحہ ۲۱) قال قتادة وغزا ابن عباس مع حبیب بن سلمة فمرّوا بالکهف فاذا فیه عظام فقال رجل هذه عظام اصحٰب الکهف فقال ابن عباس لقد ذهبت عظامهم منذ اکثر من ثلثمائة سنة (طبری) لہ فلما کانت السنة التی اراد الله فیها احیاء الفتیة انطلق رجل من اهل المدینة واقام بذلك المکان یرعی غنمه فاراد ان یتخذ لغنمه حظیرة فامر اعوانه بتنحیة الصخرة التی کانت علی باب الکهف (ابن الاثیر و قزوینی) کہ ثم قالوا (ای الفتیة بعد بعثهم من الموت او ایقاظهم من النوم الطویل) لیلیتنا انطلق الی المدینة فتسمع ما یقال لنا بها وما الذی یذکر

سوتے سے اُٹھے یا مُردے سے زندہ ہو گئے۔ اور نھیں میں کا ایک شخص روپیہ لیکر بازار میں آیا اور چرچا ہوا اور سب لوگ پہاڑ کی کھوہ پر گئے۔ پھر کسی نے کہا وہ زندہ تھے ایک آدھ بات کہکر مر گئے۔ کسی نے کہا کہ مسلم بغیر کسی نقصان کے لاشیں تھیں مگر اُن میں ارواح نہ تھی ایسے واقعات میں اس قسم کی افواہیں اُڑا کرتی ہیں اور رفتہ رفتہ روائتیں بنجاتی ہیں اور کتابوں میں لکھی جاتی ہیں اور مذہبی لگاؤ سے لوگ اُس کو مقدس سمجھتے ہیں اور معجزہ اور کرامات قرار دیتے ہیں۔

قرآن مجید میں جس قدر اس قصہ کا بیان آیا ہی وہ بالکل سیدھا اور صاف ہی۔ بلکہ خدا نے اس قصہ کو اسی مقصد سے بیان کیا ہی کہ جو غلط باتیں اور عجائبات اُس قصّہ کے ساتھ مشہور تھے اُن کی غلطی ظاہر ہو یا اُن کی تکذیب کی جائے اور بتا دیا جاے کہ اصل واقعہ کیا ہی۔

مگر افسوس ہی کہ مفسرین نے جن کے کان اُنھیں پُرانی افواہی روائتوں سے بھرے ہوئے تھے اور عیسائی بھی اور اُن کے سوا عرب اور ایشیا کے لوگ بھی اس قصہ کو عجائبات یا کرامات اور معجزات کے طور پر بیان کرتے تھے قرآن مجید کی آئتوں کی بھی وہی تفسیر کی جس سے خود خدا انکار کرتا تھا۔ فمثلھم کمثل الذی فسر القول بما لا یرضی قائلہ۔

تمام مفسرین کی سوائے معتزلہ کے یہ عادت ہی کہ اپنی تفسیروں میں محض بے سند اور افواہی روائتوں کو بلاتحقیق لکھتے چلے جاتے ہیں اور ذرا بھی تحقیق کی طرف متوجہ نہیں ہوتے علاوہ اس کے اُنھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہی کہ جہاں تک ہو سکے ہر ایک سیدھی سادی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۲) عند دقیانوس وتلطف ولا یشعرن بلث احد وائتیم لنا طعاما فاتناہ بہ و زدنا علی الطعام الذی جئتنا بہ فقد اصبحنا جیاعا (تفسیر معالم التنزیل)

بات کو بھی ایک حیرت انگیز طریقے پر اور عجائبات و کرامات کے نمونے پر بیان کریں۔
اُسی عادت کے موافق اصحاب کہف کے قصہ میں بھی عجیب و غریب باتیں ملا دی ہیں مگر
قرآن مجید اُن سب کو غلط بتاتا ہی۔

اب ہمکو مناسب معلوم ہوتا ہی کہ قرآن مجید کی اُن آیتوں کی جو اصحاب کہف کے
قصہ سے متعلق ہیں تفسیر لکھیں اور دکھلائیں کہ قرآن مجید میں اُن کا قصہ کس قدر اور کس طرح
بیان ہوا ہی۔ اور مفسرین اُن آیتوں کی تفسیر میں کیسے دہوکے میں پڑ گئے ہیں۔ واللہ المستعان

پھر دں پر نظر دوڑائی مگر کوئی ایسا نظر نہ پڑا کہ جس سے کچھ بھی پہلا تعارف ہو سینٹ مارٹن بشپ اور اینٹی پیٹر حاکم شہر نے یہ حال سُنکر جوان اور طباخ کو بلایا اور جوان سے پوچھا کہ یہ خزانہ کہاں سے ملا ہی اُس نے کہا کہ خزانہ تو کہیں سے نہیں ملا یہ چند سکے میری تھیلی میں تھے پھر اُس سے دریافت کیا کہ کہاں سے آئے اُس نے کہا کہ میں افی سس کا باشندہ تھا اگرچہ یہ شہر افی سس ہی ہی گورنر نے کہا کہ تمھارے ماں باپ اور اقارب اگر یہاں رہتے ہوں تو بلاؤ جوان نے اُن کے نام بتائے اور کہا کہ یقیناً وہ یہاں رہتے ہیں مگر شہر میں اُن ناموں کا کوئی نہیں تھا۔ گورنر نے چلا کر کہا کہ تم یہ کیونکر کہہ سکتے ہو کہ یہ تمھارے ماں باپ کا روپیہ ہی۔ یہ بادشاہ ڈی سیس کے عہد کا سکہ ہی جس کو تین سو چھتر برس گزرے اور سکۂ حالی کے بالکل مشابہ نہیں کیا تم افی سس کے حکماء اور بوڑھے لوگوں کو بتاتے ہو یہ خوب سمجھ لو کہ اگر تم اس کا پتہ نہ بتاؤ گے تو تم کو تمام قانونی سختیاں برداشت کرنی پڑینگی مالکس نے عرض کیا کہ خدا کے واسطے آپ پہلے مجھ کو ان چند سوالوں کے جواب دیں اُس وقت میں کچھ کہہ سکوں گا۔ بادشاہ ڈی سیس کہاں چلا گیا ہی بشپ نے جواب دیا کہ میرے بچے اس نام کا اب کوئی بادشاہ نہیں جس کا یہ نام تھا اُس کو مرے ہوئے ایک عرصہ گزرا

---

انهم رقد وا کبعض ما کانوا یرقدون۔ وقد تخیل الیهم قد ناموا اطول مما کانوا ینامون حتی یتساءلوا بینهم فقال بعضهم لبعض کم لبثتم نیاما قالوا لبثنا یوما او بعض یوم ثم قالوا ربکم اعلم بما لبثتم وکل ذلک فی انفسهم یسیر فقال لهم یملیخا التمستم فی المدینة وهو یرید ان یوتی بکم الیوم فتذبحون للطواغیت او یقتلکم فما شاء بعد ذلک فعل فقال لهم مکسلمینا یا اخوتاه اعلموا انکم ملاقوا الله فلا تکفروا بعد ایمانکم اذا دعاکم عدو الله ثم قالوا یملیخا انطلق الی المدینة فتسمع ما یقال لنا بها وما الذی یذکر عند دقیانوس وتلطف ولا یشعرن بک احد وابتع لنا طعاما فاتنا به وزدنا علی الطعام الذی جئتنا به فقد اصبحنا جیاعا ففعل یملیخا کما کان یفعل ووضع ثیابه واخذ الثیاب اللتی کان یتنکر فیها واخذ ورقة من نفقتهم اللتی کانت معهم

مالکس نے کہا کہ جو بات سنتا ہوں اُس سے اور شش و پنج میں ہو جاتا ہوں سیلین پہاڑ
تک میرے ہمراہ چلو تاکہ میں اپنے ساتھیوں کو دکھاؤں کل ہی ڈی سیس کے ظلم سے بھاگ کر
ہم نے اُس پہاڑ میں پناہ لی تھی بشپ نے گورنر سے کہا کہ "یہاں خدا کا ہات ہے" ایک انبوہ
کثیر اُس کے ساتھ چلا۔ اول مالکس غار میں اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور پھر بشپ وہاں
اُنھوں نے اُن بزرگوں کو غار میں بیٹھا ہوا دیکھا بشاش چہرہ مثل گلاب کے تر و تازہ دیکھکر
سب گر پڑے اور خدا کو سجدہ کیا۔ گورنر نے اُسی روز یہ خبر تھیوڈوسیس کو بھیجی وہ فوراً
افی سس کو روانہ ہوا۔ تمام اکابر شہر اُس سے ملے اور اُسے غار کی طرف لے گئے۔ بادشاہ
کو دیکھکر ان مقدسین کے چہرے مثل آفتاب کے روشن ہوئے بادشاہ نے خدا کا شکر کیا او
اُن سے بغلگیر ہو کر کہا کہ میں نے تم کو کیا دیکھا گویا مسیح کو لزارس کو شفا بخشتے ہوئے دیکھا
میک سی مین نے جواب دیا کہ ہم ایمانا یہ بات کہتے ہیں اور آپ یقین کیجیے کہ خدا نے
ہم کو محشر سے پہلے اس واسطے اُٹھایا ہے تاکہ تم اس امر کو برحق سمجھو کہ قیامت کو مُردے
ضرور اُٹھائے جائیں گے کیونکہ جیسا بچہ ماں کے رحم میں رہتا ہے اور کچھ ایذا نہیں پاتا اسی
طرح ہم بھی خواب میں رہے اور کوئی تکلیف نہ اُٹھائی یہ کہکر اُنھوں نے سر جھکایا اور جان بحق

اللتي ضربت بطابع دقيانوس فكانت كخف الربع والربع اول ما ينتج من ولد الضان في الربيع
فانطلق يمليخا خارجا فلما مر بباب الكهف رأى الحجارة منزوعة عن باب الكهف فعجب منها ثم
مر ولم يبال بها حتى اتى باب المدينة مستخفيا يصد عن الطريق تخوفا ان يراه احد من اهلها
فيعرفه ولا يشعر ان دقيانوس واهله قد هلكوا قبل ذلك بثلثمائة سنة فلما اتى يمليخا باب
المدينة رفع بصره فرأى فوق ظهر الباب علامة يكون لاهل الايمان اذا كان امر الايمان ظاهرا
فيها فلما راها عجب وجعل ينظر اليها مستخفيا وجعل ينظر يمينا وشمالا ثم ترك ذلك الباب فتحول
الى باب اخر من ابوابها فرأى مثل ذلك فجعل يخيل اليه ان المدينة ليست بالتي كان يعرف
ورأى ناسا كثيرا محدثين لم يكن يراهم قبل ذلك فجعل يمشي ويتعجب ويخيل اليه انه حيران

تسلیم کی بادشاہ اُٹھ کر اُن پر جھکا اور بغل گیر ہو کر رویا حکم دیا کہ سُنہرے صندوق بنوا کر اُن میں یہ لاشیں بطور یادگار زمانہ رکھی جاویں مگر اُسی شب کو اُن بزرگوں کو خواب میں دیکھا کہ کہتے ہیں "ہم اب تک زمین میں سوئے تھے اب بھی زمین ہی میں سونے دو جب تک کہ خدا دوبارہ نہ اُٹھاوے۔

یہ دلچسپ قصہ اس طرح پر بیان کیا گیا ہی۔ ہم تک شاید مشرق سے پہنچا ہی جیکوبس سروجینسس میسوپوٹیمیا کی پانچویں یا چھٹی صدی کے بشپ نے اُس کو سب سے پہلے قلمبند کیا ہی گریگری اف ٹورس شاید سب سے اول اُس کو یورپ میں لایا ہے ڈایونیسیس اف اینٹاک نے نویں صدی میں یہ قصہ شامی زبان میں کہا ہے۔ فوتیس باشندہ قسطنطنیہ نے بھی اس کو لکھا ہی وہ لکھتا ہی کہ یہ قصہ قرآن شریف میں بھی ہی۔ میٹافرلسٹ بھی اس کا حوالہ دیتا ہی۔ دسویں صدی میں یوٹیکیس نے اُسکو اپنے عربی کے قصوں میں درج کیا ہی کاپتک اور میرونائٹ کی کتابوں میں بھی اس کا پتہ ملتا ہی بعض پُرانے مورخین نے بھی اس کو اپنی تصانیف میں درج کیا ہی جیسے کہ پاپس دیاکونس اور ناسی فورس وغیرہ۔

ثم رجع الی الباب الذی اتی منه فجعل یتعجب بینه وبین نفسه ویقول یلیت شعری ماهذی عشیة امس فکان المسلمون یخفون هذه العلامة ویستخفون بها واما الیوم فانها ظاهرة لعلی نایم ثم یری انه لیس بنایم فاخذ کساه فجعله علی راسه ثم دخل المدینة فجعل یمشی بین ظهری سوقها فیسمع ناسا یحلفون باسم عیسی ابن مریم فزاده فرقا ورای انه حیران فقام مسندا ظهره الی جدار من جدار المدینة وقال فی نفسه والله ما ادری ما هذا اما عشیة امس فلیس علی ظهر الارض یذکر عیسی ابن مریم الا قتل واما الغداة یذکر اسم عیسی ولا یخاف احد ثم قال فی نفسه لعل هذه لیست بالمدینة اللتی اعرف والله ما اعرف مدینة قریب مدینتنا فقام کالحیران ثم لقی فتی فقال له ما اسم هذه المدینة یا فتی قال اسمها افسوس فقال فی نفسه لعل بی مسا

ان سونے والوں کی نسبت ولیم اف ماؔمس بری ایک عجیب قصہ بیان کرتا ہی
اُس کا بیان ہی کہ بادشاہ ایڈورڈ ملقب بمقدس ایسٹر کے جلسے کے دن ویسٹ منسٹر
کے محل میں تاج شاہی پہنے ہوئے بیٹھا تھا پادری اور رؤسا شہر سب جمع تھے۔ اثناء دعوت
میں بادشاہ گوشت اور شراب چھوڑ کر خدائی باتوں کا دھیان کرنے لگا اور اسی میں دیر تک
محو رہا یکایک اس زور سے ہنسا کہ سب حیران رہ گئے کھانے کے بعد کپڑے اُتارنے کے
لیے جب خواب گاہ میں گیا تو چند رئیس بھی پیچھے پیچھے گئے ارل ہیرلڈ جو اُس کا جانشین ہوا
اور ایک ایبٹ اور ایک بشپ جو اُس کے ہمراہ تھے اُنھوں نے اُس سے اُس ہنسی کا
سبب پوچھا بادشاہ نے جواب دیا کہ میں نے ایک عجیب بات دیکھی ہی۔ میری ہنسی بے وجہ
نہ تھی اُنھوں نے عرض کیا کہ ہم کو بتائیے۔ تھوڑی دیر سوچکر کہا کہ میں نے دیکھا ہی کہ افی سس
کے سات سونیوالوں نے (جو دہنی کروٹ پر دو سو برس سے سیلین پہاڑ کے غار میں سوتے ہوئے
ہیں) آج دفعتاً بائیں کروٹ بدلی ہی۔ یہ خدا کی مہربانی ہی کہ میں نے اُن کو کروٹ بدلتے ہوئے
دیکھا اس سبب سے ہنس پڑا ارل ہیرلڈ وغیرہ کو یہ سُنکر تعجب ہوا تو بادشاہ نے اُن سے
پورا حال بیان کیا اور ہر ایک کا حلیہ اور صورت اور جسم بھی بتایا جس کا کسی نے اب تک

---

او امر اذهب عقلی والله یحق لی ان اسرع الخروج منها قبل ان اخزی فیها او یصیبنی شر فاهلك ثم انه افاق فقال والله لو عجلت الخروج من المدینة قبل ان یفطن لی لکان اکیس بی فدنا من الذین یبیعون الطعام فاخرج الورقة التی کانت معه فاعطاها رجلا منهم فقال بعنی بهذه الورقة طعاما فاخذها الرجل فنظر الی ضرب الورق ونقشها فعجب منها ثم طرحها الی رجل اخر من اصحابه فنظر الیها فجعلوا یتطارحونها بینهم من رجل الی رجل ویتعجبون منها ثم جعلوا یتشاورون بینهم ویقول بعضهم لبعض ان هذا اصاب کنزا خبیا فی الارض منذ زمان ودهر طویل فلما راهم یملیخا یتشاورون لاجله فرق فرقا شدیدا وجعل یرتعد ویظن انهم قد فطنوا به وعرفوه وانهم انما یریدون ان یذهبوا بهم الی ملکهم دقیانوس وجعل ناس اخرون یاتونه فیتعرفون

کچھ حال نہیں لکھا تھا بلکہ بادشاہ نے یہ قصہ اس طور پر بیان کیا گویا کہ وہ ہمیشہ ان میں رہا ہی۔ ارل ہیرلڈ نے یہ باتیں سُنکر تین شخصوں کو (ایک نائٹ ایک منشی ایک پادری) بادشاہ ایڈورڈ کی طرف سے تحائف اور خط دیکر قسطنطنیہ کے بادشاہ کے پاس بھیجا۔ بادشاہ قسطنطنیہ نے اُن قاصدوں کو خط دیکر افی سس کے بشپ کے پاس بھیجا کہ وہ ان تینوں انگریزوں کو اُس غار میں جانے دے۔ اتفاق سے ایسا ہی معلوم ہوا جیسا کہ بادشاہ نے دیکھا تھا۔ کیونکہ افی سس کے باشندوں نے یہ بیان کیا کہ انھوں نے اپنے بزرگوں سے سُنا ہی کہ یہ سات سونے والے ہمیشہ سے دہنی کروٹ پر سوتے تھے لیکن جس وقت یہ تینوں انگریز غار میں گئے تو اُن کو بائیں کروٹ پر سوتے پایا۔ اس کروٹ بدلنے سے عیسائیوں کو اُن مصائب سے آگاہ کرنا تھا جو اُن پر مسلمانوں ترکوں اور تاتاریوں کے حملہ کرنیسے نازل ہونگی۔ کیونکہ جب کوئی مصیبت نازل ہونے کو ہوتی ہی اُسوقت یہ سونیوالے کروٹ بدلتے ہیں۔

سات سونیوالوں پر ایک نظم کاڈری نے بھی لکھی ہی جس کو ایم ایف اریجل نے اپنی رپورٹ امنسٹر دی لی انسٹرکشن پبلک میں بیان کیا ہی۔ ایک جرمن نظم اس مضمون پر ہی جس میں ۹۳۵ شعر ہیں ایم کیراجان نے ۱۳ صدی میں چھاپی ہی۔ اور

به فلا یعرفونه فقال لهم وهو شديد الفرق منهم افضلوا على قد اخذ تم ورقى فامسكوها واما طعامكم فلا حاجة لى به قالوا من انت يا فتى وما شانك والله لقد وجدت كنزا من كنوز الاولين وانت تريد ان تخفيه فانطلق معنا وارنا وشاركنا فيه نخفِ عليك ما وجدت فانك ان لم تفعل نأت بك الى السلطان فنسلمك اليه فيقتلك فلما سمع قولهم قال فى نفسه قد وقعت فى كل شى كنت احذر منه فقالوا يا فتى انك والله لا تستطيع ان تكتم ما وجدت فجعل يمليخا لا يدرى ما يقول لهم وما يرجع اليهم وفرق حتى ما اخبر اليهم شيئا فلما رأوه لا يتكلم اخذوا كساءه فطرحوه فى عنقه ثم جعلوا يقودونه فى سكك المدينة حتى سمع به من فيها فسالوا عنه الخبر فقيل لهم اخذ رجل عنده كنز فاجتمع اليه اهل المدينة صغيرهم وكبيرهم فجعلوا ينظرون اليه ويقولون والله

اسپین کے ایک شاعر نامی آسٹن موریٹو نے ایک ڈرامہ اسی پر لکھا ہی جس کا لاس
سیٹی ڈرمین ٹیز نام ہی جس کا کہ کا میدلیس نیو دس اسکوجی ڈاس دی لاس
مجوریس ان جلینی اوس کی اُنیسویں جلد میں حوالہ ہی اور ڈاکٹر نیل نے بھی اس مضمون
پر ایک نظم لکھی ہی۔ قرآن مجید میں یہ قصہ کسی قدر زیادہ ہی اُس میں یہ لکھا ہی کہ ان سونیوالوں
نے آنحضرت صلعم کے آنے کی پیشین گوئی کی ہی اُن کے ساتھ ایک کتا بھی ہی جس کا نام
کراٹیم یا کراٹیمر ہی جو اُن کے پاس سوتا ہی اور یہ کتا بھی پیشین گوئی کرسکتا ہی اور اس کتے
پر خاص خدا تعالیٰ کا یہ بھی احسان ہی کہ یہ بھی اور دس جانوروں کے ساتھ بہشت میں جاویگا
دوسرے بہشت میں جانے والے جانور یہ ہیں۔ حضرت یونس کی مچھلی۔ حضرت سلیمان کی
چیونٹی۔ حضرت اسمٰعیل کا برہ۔ حضرت ابراہیم کا گوسالہ۔ ملکہ سبا کا گدھا۔ حضرت صالح کا ناقہ
حضرت موسیٰ کا بیل۔ بلقیس کا ہدہد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری یعنی براق ایسے
زمانے میں جب لوگ مقدسین کی یادگاروں کو سونے اور جواہرات سے بھی بیش بہا سمجھتے
تھے تو اُن سونے والوں کی یہ خواہش کرنی کہ اُن کو زمین ہی میں رہنے دو شاید کسی قدر بیجا
تھی اور یہ خواہش پوری بھی نہ ہوئی کیونکہ اُن کی ہڈیاں ایک بڑے پتھر کے بکس میں بند کرکے

ما هذا الفتى اهل هذه المدينة وما رايناه فيها قط وما نعرفه قط فجعل يمليخا لا يدري ما يقول لهم
فلما اجتمع عليه فرق فسكت فلم يتكلم وكان مستيقنا ان اباه واخوته بالمدينة وان حسبه من
اهل المدينة من عظماء اهلها وانهم سياتونه اذا سمعوا به فبينما هو قايم كالحيران ينتظر متى
ياتيه بعض اهله فيخلصه من ايديهم اذا احتفظوه وانطلقوا به الى راس المدينة وولي بريها اللذين
يدبران امرها وهما رجلان صالحان اسم احدهما اريوس واسم الآخر طنطيوس فلما انطلق به
اليهما ظن يمليخا انه ينطلق به الى دقيانوس الجبار فجعل يلتفت يمينا وشمالا وجعل الناس يسخرون
منه كما يسخر من المجنون وجعل يمليخا يبكي ثم رفع راسه الى السماء فقال في نفسه اللهم اله السماء و
اله الارض افرغ اليوم على صبرا وولج معي معرفة روحا منك يويد في به عند هذا الجبار وجعل

مارسلیس کو بھیجی گئی تھیں جواب بھی سینٹ وکٹر کے گرجا میں دکھائی جاتی ہیں روم میں ویکٹوریم کے عجائب خانے میں ان کی گندھک اور بلسٹر کی جوڑی ہوئی تصویریں موجود ہیں ہر ایک کے سامنے اُس کا نام اور چند صفات بھی کندہ ہیں کانسٹن ٹین اور جان کے پاس دو عصا ہیں میک سی مین کے پاس ایک گرہدار عصا ہی مالکس اور مارٹین کے پاس دو تیر ہیں سیراپین کے سامنے ایک جلتی ہوئی مشعل اور ڈیوانی سس کے سامنے ایک بڑی میخ ہی جس کو کہ ہورلیس اور رالیس پالی لنس نے بیان کیا ہی کہ ایذا رسانی کے واسطے کام میں لائی جاتی تھی۔

ان سات شخصوں کو نوجوان امرد کندہ کیا ہی۔ واقع میں پُرانے شہیدوں کے قصے میں بھی اُن کو لڑکا کہا گیا ہی۔ اس بلسٹر کی بنی ہوئی تصویروں سے بعضوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ ساتوں ۲۵۰ء میں ڈی سیس کے عہد میں مارے گئے تھے اور مذکورہ بالا غار میں دفن کیے گئے تھے اور تھیودوسیس کے عہد میں اُن کی ہڈیاں ۴۷۹ء میں برآمد ہوئیں تو اُس وقت سے یہ قصہ مشہور رہا۔ میرے خیال کے موافق غالباً یہ صحیح ہی ان سونے والوں کا قصہ اور سات کی تعداد بہت پُرانی اور حضرت عیسیٰ سے پہلے کی ہی۔

یبکی ویقول فی نفسہ فرق بینی وبین اخوتی یا لیتہم یعلمون ما لقیت و لو انہم یعلمون فیاتونی فیقوم جمیعا بین یدی ھذا الجبار فاذا کنا تواثقنا لنکونن معا لانکفر باللہ ولا نشرک بہ شیئا فرق بینی وبینہم فلن یرونی وانی اراھم ابدا وکنا تواثقنا اصحبنا ان لا نفترق فی حیوۃ ولا موت ابدا یحدث بہ نفسہ یملیخا بما اخبرنا اصحابہ حین رجع الیہم حتی انتھوا الی الرجلین الصالحین اریوس و طیطوس فلما رای یملیخا انہ لا یذھب بہ الی دقیانوس افاق وذھب عنہ البکاء فاخذ اریوس وطیطوس الورق فنظر الیہا وعجبا منہا ثم قال لہ احدھما این الکنز الذی وجدت یا فتی فقال یملیخا ما وجدت کنزا ولکن ھذا ورق اباءی ونقش ھذہ المدینۃ وضربہا ولکن واللہ ما ادری ما شانی وما اقول لکم فقال احدھما فمن انت فقال یملیخا اما انا فکنت اری انی من اھل ھذہ المدینۃ فقالوا ومن

مثل اور پُرانے قصوں کے اس کو بھی عیسائیوں نے اخذ کر کے مذہبی بنا لیا ہی
پلینی ایک واقعہ نگار شاعر مسمیٰ ای پی مینی ڈیز کے قصہ میں لکھتا ہی کہ وہ بھیڑیاں
چراتا ہوا گرمی کے موسم میں دق ہوگیا اور نیند نے بھی ستایا تو ایک غار میں جا کر سو رہا۔
ستاون برس کے بعد خواب سے بیدار ہوا تمام دنیا بدلی ہوئی نظر آئی اُس کا بھائی جو اُس وقت
بچہ تھا اب بالکل بوڑھا سفید تھا۔

ای پی مینی ڈیز کو وہ لوگ جو ہیری ایندڑ کو مستثنیٰ کرتے ہیں سات عقلا میں سے
شمار کرتے ہیں یہ سولن کے عہد میں تھا دو سو نواسی برس کی عمر میں جب مرا تو لوگ اُس کو
اوتار ماننے لگے اور خاص کر اتھینس کے باشندے اُسکی بہت عزت کرتے ہیں۔

اس قصہ کا ماخذ ایک بہت پُرانا قصہ ہی جس میں ایندی مین چرواہے کا حال ہی۔
کہ وہ ہمیشہ سے سوتا ہی اور جوپیٹر یعنی عطارد نے اس کو دوامی جوانی اور خوبصورتی عطا
کی ہی۔ عرب کے پُرانے قصوں کے موافق سینٹ جارج بھی تین دفعہ قبر سے اُٹھا اور
تینوں دفعہ مارا گیا۔

اسکینڈی نیوین کے قصوں میں بھی ہم یہی حال سی گرڈ کا دیکھتے ہیں کہ وہ خواب

ابوك ومن يعرفك فيها فانبأهم باسم ابيه فلم يجد واحدا يعرفه فقال له احدهما انت رجل
كذاب الا تنبئنا بالحق فلم يدر يمليخا ما يقول لهم غير انه نكس بصره الى الارض فقال بعض من
حوله هذا رجل مجنون وقال بعضهم ليس بمجنون ولكنه يحمق نفسه عمدا لكي ينفلت منكم فقال له
احدهما ونظر اليه نظرا شديدا اتظن انا نرسلك ونصدقك بان هذا مال ابيك ونقش هذا الورق و
ضربها اكثر من ثلثمائة سنة وانما انت غلام شاب اتظن انك تافكنا وتسخر بنا ونحن شمط كما ترى
وحولك سراة اهل المدينة وولاة امرها وخزائن هذه البلدة بايدينا وليس عندنا من هذا
الضرب درهم ولا دينار واني لاظن سامر بك فتعذب عذابا شديدا ثم اوثقك حتى تعرف
بهذا الكنز الذي وجدته فلما قال ذلك قال لهم يمليخا انبئوني عن شئ اسالكم عنه فان فعل

راحت میں اس امر کا منتظر ہی کہ کوئی پکارے تو آکر لڑے شارلی مین بھی ہمیں میں تاج پہنے ہوے اپنے تخت پر مبیٹھا ہوا ہی تلوار راپن پر رکھے ہی - دجال کے وقت کا منتظر ہی کہ اُس وقت اُٹھکر ولیوں کے خون کا بدلہ لے او جیر ڈی ڈین بھی اسی طرح اِی ویلون کے خوابگاہ سے بیدار ہو کر حق کا بدلہ لینے اُٹھیگا -

افسوس کہ وہ شیلیس وگ ہولسٹین کی لڑائی میں ظاہر ہو چکا تھا - بچپن کی ایک بات پر جب غور کرتا ہوں تو حیرت انگیز دہشت معلوم ہوتی ہی مگر مجھ کو خوب یاد ہی کہ اس مقام پر کیف ہاسر رگ - تھورنگیا میں مجھ سے یہ کہا گیا تھا کہ یہاں فریڈرک بار بروسا اور اُس کے چھ نائٹس سوتے تھے اتفاق سے ایک چرواہا بھی غار کی راہ سے پہاڑ مین جا پہنچا دیکھتا کیا ہی کہ ہال میں ایک پتھر کی میز رکھی ہی بادشاہ میز کے سامنے بیٹھا ہی سُرخ ڈاڑھی پتھروں کے ٹکڑوں مین پھیلی ہوئی ہی اس چرواہے کی آہٹ سے فریڈرک خواب سے بیدار ہوا پوچھا کہ کیا کوّے پہاڑوں پر اُڑ رہے ہیں" چرواہے نے کہا ہاں حضور اُڑتے ہیں" تب بولا کہ ایک صدی تک اور سونا چاہیئے - جب اُس کی ڈاڑھی تین دفعہ پتھر کے گرد لپٹ جاویگی اُس وقت وہ اور اُس کے نائٹس نیند سے بیدار ہونگے اور جرمن کو غلامی

---

صدقتکم عما عندی قالوا اسل لا انکتمک شیئا قال لهم ما فعل الملک دقیانوس قالوا لا نعرف الیوم علی وجه الارض ملک یسمی له دقیانوس فالا ولم یکن فقال یملیخا انی اذا لحیران وما هو یصدقنی احد من الناس بما اقول لقد کنا فتیة علی دین واحد وهو الاسلام وان الملک اکرهنا علی عبادة الاوثان والذبح للطواغیت فهربنا منه عشیة امس فنمنا فا نتبهنا خرجت لاشتری لهم طعاما وتجر الاخبار فاذا انا کما ترون فانطلقوا معی الی الکهف الذی فی جبل ینجلوس اراکم اصحابی فلما سمع اریوس ما یقول یملیخا قال یقوم لعل هذا آیة من آیات الله جعلها الله لکم علی یدی هذا الفتی فانطلقوا بنا معه یرنا اصحابه فانطلق معه اریوس وطیطوس وانطلق معهم اهل المدینة کبیرهم وصغیرهم نحو اصحب الکهف لینظروا الیهم ولما رای الفتیة اصحب الکهف یملیخا قد احتبس عنهم بطعامهم وشرابهم عن قدر الذی کان یاتی به

کی حالت سے نکال کر یورپ کی اعلیٰ درجے کی سلطنت بنادیں گے سوئٹزرلینڈ میں بھی روٹلی میں بھی ٹیلیس ہیں صرف اس کے منتظر ہیں کہ ملک کی سخت ضرورت کے وقت بیدار ہوں۔ ایک چرواہا ان کے آرام میں بھی مخل ہوا تیسرے ٹیل کی آنکھ کھل گئی پوچھا کہ کیا وقت ہی لڑکے نے جواب دیا کہ دوپہر ٹیل یہ کہکر کہ ابھی وقت نہیں آیا پھر سو رہا اسکاٹ لینڈ میں بھی ایل ڈون کی پہاڑیوں کے نیچے تامس ارسیلڈون بھی سو رہا ہی۔ فرنچ کے مقتولین جو پی لرمور مارے گئے تھے سو رہے ہیں موقع کے منتظر ہیں کہ اٹھکر بدلہ لیں۔

جب قسطنطنیہ پر ترک قابض ہوئے تو ایک پادری سیکرمینٹ کے بعض رسمیات سینٹ صوفیہ کے گرجا کے نقرئی ممبر پر ادا کر رہا تھا اس شخص نے خدا سے دعا کی کہ یا الٰہی اس متبرک جگہ کی عزت رکھنا۔ اسی وقت دیوار شق ہو گئی پادری سیکرمینٹ لیکر دیوار میں چلا گیا وہاں سر جھکائے حضرت عیسیٰ کے سامنے سو رہا ہی اُس وقت کا منتظر ہی کہ ترک قسطنطنیہ سے نکالے جاویں اور سینٹ صوفیہ بیحرمتی سے بچے۔

شمالی امیریکہ میں بھی ایک شخص ریوان ونکل بیس برس تک کیٹس کل کے پہاڑ

ظنوا انہ قد اخذ فذهب بہ الی ملکهم دقیانوس فبینما هم یظنون ذلک ویتخوفونہ اذا سمعوا الاصوات وجلبة الخیل مصعدة نحوهم فظنوا انهم رسل الجبار دقیانوس بعث الیهم لیوتی بهم فقاموا الی الصلوة وسلم بعضهم علی بعض واوصی بعضهم بعضا وقالوا انطلقوا بنا نات اخانا یملیخا فانہ الان بین یدی الجبار ینتظر متی ناتیہ فبینما هم یقولون ذلک وهم جلوس بین ظهری الکهف لم یروا الا اریوس واصحابہ وقوفا علی باب الکهف وسبقهم یملیخا فدخل علیهم وهو یبکی فلما راوہ یبکی بکوا معہ ثم سالوہ عن شانہ فاخبرهم وقص علیهم القصة والنبا کلہ فعرفوا عند ذلک انهم کانوا نیاما بامر اللہ ذلک الزمان کلہ بامر اللہ وانما اوقظوا لیکونوا ایة للناس وتصدیقا للبعث ولیعلموا ان الساعة اتیة لا ریب فیها ثم دخل علی اثر یملیخا اریوس فرای تابوتا من نحاس مختوما بخاتم من فضة فقام بباب الکهف ثم دعا

میں سوتا رہا۔ **غرناطہ** کا بادشاہ **ابو عبداللہ** بھی **الحمرا** کے قلعہ کے پاس ایک پہاڑ میں جادو میں جکڑا ہوا پڑا ہی عرب میں حضرت الیاس بھی خروج دجال کے منتظر ہیں **ایرلینڈ** میں **برین بروئیم** بھی سو رہا ہی اس بات کا منتظر ہی کہ فی زمین میں ہنگامہ ایسا برپا ہو کہ جسمیں لوگوں سے عملی کارروائی کی امید ہو سکے تو وہ آکر ملک کی مدد کرے **ویلس** میں بھی **آرتھر** کی نیند کے قصے لوگوں کی زبان پر ہیں **سرویا** میں بھی **نیز لیبرز** ہی جو ترکوں کی لڑائی میں **کاسوولے** کے مقام پر مارا گیا تھا اُس کے بھی دوبارہ ظاہر ہونے کی لوگ اُمیدیں کرتے ہیں **فلوڈین** کی لڑائی کے بعد ایک صدی تک لوگ اسی امید میں رہے کہ **جیمس چہارم** پھر واپس آوے **پرتگال** میں **سی بیس ٹین** کی نسبت لوگوں کا یہ یقین ہی کہ یہ جوان دلیر بادشاہ جس نے **مورکو** پر حملہ کرکے اپنے ملک کو تباہ کیا تھا کہیں سو رہا ہی جب موقعہ آویگا۔ تو بیدار ہو کر اپنے ملک کو بچاوے گا۔ **ناروی** میں **اولف ٹرنگ وسین** بھی اسی تاک میں ہی **نیپولین بوناپارٹ** کی نسبت بھی **فرانس** کے کسانوں کا یہی یقین ہی کہ وہ بھی کہیں سو رہا ہی

**ایس ہیپولائی ٹس** کا بیان ہی کہ **سینٹ جان ولی** بھی **افی سس** میں سو رہے ہیں

رجلان من عظماء اهل المدینة ففتح التابوت عندهم فوجدوا فیه لوحین من رصاص مکتوبا فیهما ان مکسلمینا ومحشلمینا ویملیخا ومرطونس وکشطوس وبیرونس ودیموس وبطیونس وقالوس والکلب اسمه قطمیر کانوا فتیة هربوا من ملکهم دقیانوس الجبار مخافة ان یفتنهم عن دینهم فدخلوا هذا الکهف فلما اخبر بمکانهم امر بالکهف فسد علیهم بالحجارة وانا کتبنا شانهم وخبرهم لیعلم من بعدهم ان عثر علیهم فلما قرؤه عجبوا وحمدوا الله الذی اراهم آیة البعث فیهم ثم رفعوا اصواتهم بحمد الله وتسبیحه ثم دخلوا علی الفتیة الی الکهف فوجدوهم جلوسا بین ظهرانیه مشرقة وجوههم لم تبل ثیابهم فخر اریوس واصحابه سجودا وحمدوا الله الذی اراهم آیة من آیاته ثم کلم بعضهم بعضا وانباهم الفتیة عن الذی لقوا من ملکهم دقیانوس ثم ان اریوس واصحابه بعثوا بریدا الی ملکهم الصالح بیدروس ان عجل لعلک تنظر الی آیة من آیات الله جعلها الله علی

سر جان سینڈی وائل اُس کے حالات اس طرح درج کرتا ہی چیتھم اس سے لوگ
افی سس کو گئے یہ ایک عمدہ شہر سمندر کے قریب ہی یہاں سینٹ جان نے وفات پائی
اور ایٹر کے پہاڑ کے نیچے ایک قبر میں مدفون ہوا وہاں ایک خوبصورت گرجا ہی ہمیشہ سے
اُسپر عیسائی قابض رہے ہیں سینٹ جان کی قبر میں اور کوئی چیز سوائے من وسلوی کے
جس کو طعام الملائک کہتے ہیں نہیں ہی اُس کے جسم کو خدا نے بہشت میں اٹھا لیا ہی یہ تمام جگہ
اور شہر ترکوں کے قبضے میں ہیں۔ تم کو سمجھنا چاہیے کہ سینٹ جان نے اپنی زندگی ہی میں
اپنی قبر بنوائی اور جب ہی اُس میں لیٹ رہا۔ اس روایت کے موافق بعضوں کا مقولہ ہی کہ وہ
مرا نہیں بلکہ خواب راحت میں ہی قیامت کو اُٹھیگا۔ دراصل وہاں کوئی عجیب چیز ہی لوگوں نے
بارہا قبر کی مٹی کو ہلتے ہوئے دیکھا ہی شاید نیچے کوئی ہلنے والی چیز ہو سینٹ جان کے
قصے کو افی سس سے جو تعلق ہی شاید اس خیال سے لوگوں نے وہاں کے سات شہیدوں کو
سات سونے والے سمجھے ہیں الیس لینڈ کے قصّوں میں ہی کہ فیڈمنگر شمالی ناروی کا باشندہ
اتفاق سے ایک غار میں جاکر سو رہا تیس برس تک سوتا رہا تیر و کمان پاس پڑے رہے کسی پرندہ
اور درندہ نے اُس کو نہ چھیڑا۔

---

ملکک وجعلها آیة للعالمین لتکون لهم نوراً وضیاء وتصدیقاً للبعث فجعل علی فتیة بعثهم الله عز وجل وقد
کان توفاهم منذ اکثر من ثلثمائة سنة فلما اتی الملک الخبر قام فرجع الیه عقله وذهب غمه فقال احمدک الله
رب السموات والارض واعبدک واسبح لک تطولت علی ورحمتنی فلم تطفأ النور الذی کنت جعلته لاباءی وللعبد
الصالح قسطینطینوس الملک فلما نبأ به اهل المدینة رکبوا الیه وساروا معه حتی اتوا مدینة افسوس فتلقاهم
اهل المدینة وساروا معه حتی صعدوا الی الکهف فلما رای الفتیة بیدوسیس فرحوا به وخروا سجداً علی وجوههم
وقام بیدوسیس قدامهم ثم اعتنقهم وبکی وهم جلوس بین یدیه علی الارض یسبحون الله ویحمدونه ثم
قال الفتیة لبیدوسیس نستودعک الله والسلام علیک ورحمة الله وبرکاته وحفظ الله ملکک
ونعیذک بالله من شر الانس والجن فبینما هم الملک قایم اذ رجعوا الی مضاجعهم فناموا وتوفی الله تعالی

فی الحقیقت بعض لوگوں کے حالات میں درج ہی کہ وہ واقع میں ایک عرصہ دراز تک سوتے رہے لیکن اس موقعہ پر میں کسی کو بیان کرنا مناسب نہیں سمجھتا کیونکہ قصہ موجودہ کا ماخذ کوئی سچا واقعہ نہیں ہی بلکہ اس کو عیسائیوں نے کفار کے قصص سے اخذ کر کے مذہبی قرار دے لیا ہی

سات کا عدد جو اکثر قصوں میں آتا ہی اُس سے یہی نتیجہ نکلتا ہی بار بروسا ہر سات سال کے بعد اپنی نشست بدلتا ہی شارلی مین بھی اتنے ہی عرصے کے بعد کرسی سے اُٹھتا ہی اوجر ڈینک بھی ہر سات سال کے بعد اپنا عصا فرش پر مارتا ہی سویڈن میں اولاف ریڈ بیرڈ بھی اسیقدر عرصے کے بعد آنکھ کھولتا ہی۔

میرے یقین کے موافق جس قالب میں یہ دلچسپ قصہ ڈھالا گیا ہی وہ یہ ہی کہ سرما میں سات ماہ تک زمین آرام لیتی ہی جرمن اور اور سکینڈ نیوین کے کفاروں کے قصے میں یہ موجود ہی کہ ہیرو سخت ضرورت کے وقت فادر لینڈ کی حمایت کیواسطے اُٹھینگے۔

عیسائیوں کے اس مذہبی قصہ کے موافق بھی یہ جوان شہدا مذہبی الحاد کے وقت اُٹھتے ہیں تا کہ مسئلہ انبعاث موتی پر ایک حقانی شہادت ہو۔

اگر کفاروں کے قصہ میں کوئی جلال و عظمت ہی تو اس عیسائی قصہ میں یہ خوبی ہی کہ یہ ایک عمدہ مذہبی مسئلہ بتاتا ہی اوگون کے قصہ پر بھی اس کو اس وجہ سے ایک فضیلت ہی ہاف مین نے اُس کو ایک دلچسپ قصہ کے طور پر لکھا ہی اور ٹرامیس نے اُسکو منظوم کیا ہی۔

انفسهم وقام الملك اليهم وجعل ثيابهم عليهم وامر ان يجعل كل رجل منهم في تابوت من ذهب فلما امسى ونام اتوه في المنام فقالوا انا لم نخلق من ذهب ولا من فضة ولكنا خلقنا من تراب والى التراب نصير فاتركنا على التراب كما كنا في التراب في الكهف حتى يبعثنا الله منه ١٢ .. .. ..

تمت بالخیر

**حکمت عملی** - مصنفہ مولوی سجاد میرزا بیگ صاحب دہلوی - اس کتاب میں ایک مقدمہ اور تین مقالے شامل ہیں - جن میں اخلاقی و تمدنی مضامین حسب ذیل درج ہیں -

تہذیب اخلاق - علم کی فضیلت - علم کے فوائد اور ضرورت، تعلیم نسوان، مذہب پر فلسفیانہ بحث، اصول صحت کا بیان، رنج و راحت کی کیفیت، امراض نفسانی کا ذکر، ادب و طاعت کے فوائد، ماں باپ کے احسانات، قومی محبت، رسومات شادی، انتخاب زوجین - پرورش و تربیت اولاد، بچوں کے عادات و خصائل کی درستی، آیندہ نسلوں کی ترقی کے اسباب، اکتساب دولت کے طریقے - کفایت شعاری کے اصول، سیاست مدن، سلطنت قانون اور عدالت کی ضرورت، حفاظت حقوق اور آزادی کی کیفیت، وفاداری اور فرائض کی نگہداشت، صنعت و حرفت، تجارت، زراعت اور ملازمت پر مدلل بحث کے بعد تدابیر ترقی کا بیان رسم و رواج، قومی عزت اور ترقی و تنزل کا ذکر ہی، خاتمہ کتاب میں موت کا خوف، موت کی تکلیف اور اسکی حقیقت بیان کی گئی ہی - الحاصل یہ کتاب فلسفہ عملی پر نہایت مبسوط اور جامع ہی - اردو میں اس فن پر کوئی کتاب ایسی جامعیت سے نہیں لکھی گئی ہی - عبارت شستہ لکھائی چھپائی عمدہ قیمت ...... ہے

**فن شاعری** - اس کتاب میں شاعری پر باعتبار نئے اور پرانے خیالات کے بحث کی گئی ہی اور ہر قسم کے مذاق کا نمونہ دیا ہی - نیز فن شاعری اور اس کے اصول پر نہایت عالمانہ بحث کی ہی - شروع میں ایک انڈکس ہی جس میں تمام شعرائے ماضی و حال کا نام جنکا ذکر اس کتاب میں ہوا ہی، حروف ابجد کے سلسلے میں لکھے گئے ہیں - مرتبہ میرزا سلطان احمد صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر (پنجاب) کاغذ ولایتی قیمت عہ

**حیات انیس** - فردوسی ہند جناب میر انیس مرحوم کے حالات زندگی جس میں انکا شجرہ نسب ان کی پیدایش، تعلیم و تربیت، اور ان کے دربار، ان کی مجالس وغیرہ کا ذکر ہی اور ان کے

ہر قسم کے کلام کی خوبیاں بیان کر کے دوسرے شعراء کے کلام سے موازنہ کیا گیا ہی اور شروع میں میر انیس مرحوم کا نہایت خوشنما فوٹو شامل ہی مرتبہ مولوی سید امجد علی صاحب اشہری قیمت عمر

مثنویات میر حسن - یعنی میر حسن دہلوی کی مشہور مثنوی سحر البیان المعروف بہ بے نظیر و بدر منیر، اور ایک دوسری مثنوی گلزار ارم، مع ایک دلچسپ مقدمے کے مطبوعہ مخزن پریس دہلی کاغذ ولایتی ٹائٹل رنگین و سنہرا قیمت عہ

مرزا پھویا علی گڑھ کالج میں - یعنی ایک دلچسپ و نتیجہ خیز نظم نوشتہ سید سجاد حیدر صاحب بی - اے - سابق طالب علم علی گڑھ کالج - قیمت ار

منازل السائرہ - مصنفہ مولوی عبد الراشد صاحب دہلوی، جس میں مستورات کی زندگی کی مختلف منازل پر بحث کی گئی ہی - اس کتاب کی پہلی اڈیشن بوجہ مفید اور مقبول عام ہونے کے بہت جلد ختم ہو گئی - اور مانگ برابر جاری تھی - اسلیے مخزن پریس دہلی میں نہایت اہتمام کے ساتھ دوسری مرتبہ پھر طبع ہوئی ہی، کاغذ ولایتی سفید، ٹائٹل رنگین مع نقرئی خوشنما بیل کے - تعداد صفحات کتاب ہذا (۲۹۰) قیمت علاوہ محصول عہر

حیات حافظ - جس میں لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے حالات بیان کیے گئے ہیں اور اُن کی شاعری پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہی - آخر میں بہت سی حیرت انگیز فالیں درج کی گئی ہیں - مصنفہ مولوی حافظ محمد اسلم صاحب جے راج پوری قیمت عہ

## ملنے کا پتہ

سید ولایت حسین بی - اے - آنریری منیجر بک ڈپو مدرسۃ العلوم علیگڑھ